

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

البرہان علی اعجاز القرآن

ہم مسلمانوں کا استدلال ہے تعلیم اسلام سے آج تک مخالفوں کے در و بعد دعوت ہے اہل اہل
اور یقین کے ساتھ پیش ہوتا ہے اور اس کے قرآن مجید لفظ بلفظ کلام الہی ہے اور اس کے ثبوت میں
جو دلیل قرآن شریف کے ذریعہ ملتی ہے وہی سب مسلمان بیان کرتے رہے ہیں وہ دلیل یہ ہے
کہ یہ کلام الہی خود مجرہ ہے یعنی اس طرح کے کلام کا بنانا انسان کی طاقت سے باہر ہے اگر کوئی
جاہل انسان مع اپنے دوسرے مددگاروں کے جو ان کے حیاں میں کام میں مدد دیتے ہوں ایسی
کلام بنانے کی کوشش ہی کریں تو کسی کا سیلاب نہ ہوں بلکہ اس کلام کے ایک حصہ معتد بہ کے برابر ہی نہیں
بنائے جاسکتے۔ جب ایسی کلام کا بنانا انسانی طاقت سے اور دوسری مخلوق پر مشکل خیال کیا جاسکے اسکی طاقت
سے باہر اور برتر ہے تو انسان اپنی فطرتی عقل سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ کلام الہی ہے اگر اس دلیل عقلی
شکل میں بیان نہ کیا جاتا تو اسکی پیشین گوئی اس طرح کی کلام کو ہی انسان نہیں بنا سکتا اور عین طرح کی
کلام کو ہی انسان نہیں بنا سکتا اور عین طرح کی کلام انسان بنا کے وہ خدا کی کلام ہے اسلئے اس طرح کی
کلام خدا کی کلام ہے۔ یعنی اس طرح کی کلام مسکو قرآن کہتے ہیں اور قرآن کے نام سے موسوم ہے اور
موجود ہے خدا کی کلام ہے۔ اس استدلال میں تین فقرے ہیں اگر انکے پہلے دو فقرے صحیح ثابت ہو جائیں
تو تیسرا فقرہ جو نتیجہ اور مدعا ہے خود ثابت ہو جائیگا اور چونکہ پہلے دو فقرے ایسے بدیہی نہیں ہیں کہ
ہر ایک سلیم عقل بجز انکے سننے اور سمجھنے کے اور کو تسلیم کر لے اسلئے پہلے انکی صحت ثابت ہونی چاہیے
اب فقرہ نمبر یعنی اس طرح کی کلام انسان نہیں بنا سکتا اس کے ثبوت دو قسم کے ہیں ایک عقلی دوسرے
عقلی عقلی ثبوت سے میری مراد وہ ثبوت ہے جس میں تاریخی شہادتیں ہیں جو عقلاً قابل اعتماد اور یقین
کے ہوں دوسرے اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ثبوت جس میں عقل کی صحت کے اعتقاد پر تسلیم کر لیا جائے
مگر ثبوت عقلی کے بیان کرنے سے پہلے ثبوت مدعی کیلئے اس پر کتابت کرنا ضروری ہے کہ جو قرآن و صوت

مکتبہ العلوم

کراچی

موجود ہے یہ بعینہ ہی کتاب ہے جو رسول عربی کی حیات میں کمال ہو چکی تھی، تمام اہل علم نصاریٰ
 یہودی و ہندو و غیرہ جو مذہب اسلام اور مسلمانوں سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں
 اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بانی اسلام ملک عرب میں ہوا ہے اور اسی زبان عربی ہی اور قرآن
 عربی زبان میں ہے اور چونکہ قرآن کو ازل سے شہرہ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے ہیں
 اسے بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے اور مسلمانوں کی تعداد جو اس کتاب پر ایمان رکھتی ہے بڑھتی
 سے زیادہ ہے اور یہ قوم کثرہ زمین کے مختلف پر عقلوں اور عیروں میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر
 قانون قدرت کے موافق ہے اور ہر مذہبوں میں بھی دیکھا جاتا ہے اس مذہب میں بھی مختلف
 فرقے جو کس قدر باہم مختلف ہیں پائے جاتے ہیں مگر ان تمام مسلمانوں کے پاس مختلف ملکوں میں ہر
 فرقوں میں ایک ہی قرآن ہے یہاں تک کہ ایک لفظ کا تفاوت بھی قرآن کے کسی دو نسخوں میں نہ
 وہ کسی مختلف زبانوں اور ملکوں کے یکے سے کیوں نہ ہوں پایا نہیں جاتا اس سے یقینی طور پر ثابت
 ہوتا ہے کہ جو قرآن عربی کے زمانے میں کمال ہو چکا تھا وہی قرآن بلا کمی و بیشی یا تبدل و تغیر یا جو
 کے آج تک موجود ہے کیونکہ اگر رسول عربی کے بعد کسی زمانے میں کسی ملک اور کسی فرقے میں اس
 کتاب میں ذرا سی تغیر ہوتا تو وہ تغیر صرف اس زمانے کے بعد اسی ملک یا فرقے کے نسخوں میں پایا
 اور زمانے سے پہلے نسخے اور دوسرے فرقے یا ملک والوں کے نسخے اور اس سے مختلف ہونے لگے
 یا اختلاف کسی چیز پایا لگتا یا یقیناً ثابت ہوتا کہ یہ قرآن بعینہ ہی ہے جو رسول عربی کے پاس
 میں تامل اور کامل ہوا تھا شاید اس موقع پر کسی مخالف مذہب اسلام کو اسلام کی تاریخ کی بھی واقفیت
نوٹ اگر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے کہ کتب معتبرہ ہی اصل کے مختلف فرقوں اور ملکوں میں ایک ہی ہیں یا قرآن
 ہی ہیں لیکن یہ سوائے کتابیں ہیں ان کو فرقوں اور ملکوں کی تحریروں بخوبی روشن ہے کہ پہلے زمانوں میں
 ان کی بت معروض تھے نسخے یا جو جاتے تھے یہاں تک کہ ہوتی تھیں کوئی نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ ان مختلف نسخوں میں کون صحیح
 ہے یا کون غلط ہے اور ان کو جیسا چاہا یا جو جاتے تھے اس کے ساتھ ساتھ عام عام ہوا
 زیادہ مدد ملی مگر یہ مختلف نسخوں کا مقابلہ کر دیا ہے یہاں تک کہ اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں بعض کتابیں ایک اور
 صحیح تسلیم کرتا ہے اور دوسرا ایک فرقہ کسی کتاب کو الہامی کہتا ہے دو راجع عام تاریخ کو جہ سے اسکی زیادہ تہ نہیں کہ ایک
 نسخہ کا آج تک یہ ہیں کہ کون تھے اور انکی تالیف کا زمانہ اور مقام آج تک کیونکہ معلوم نہیں علاوہ اسکو کہ کتاب میں
 ذکر کیا گیا ہے نہیں بہت احاطہ و ریاضات میں ہے جو قریباً انی اور یہودی وغیرہ غیر تباروں میں ان کوئی شخص اس مسئلہ کی

کے باعث یہ استاد ہو کر عثمان رضی اللہ عنہ رسول عربی کے بعد تیسرے خلیفہ ہوئے ہیں وہ جامع قرآن
 کے لقب سے معروف ہیں کہ ان کے ہاتھوں نے قرآن کے جمع کرنے میں کچھ تخریر یا تخریفات کی ہو اور جو کلمات
 ہر ایک مسلمان کے حافظہ کے تابع اور محکوم تھے اسوجہ سے اور انکی یہ کارروائی کارگر ہو گئی ہو تو یہ منشاء
 ہے اور قرآن کی تعلیم ہر ایک مسلمان کی ہوتی ہے کیونکہ قرآن کو ہر ایک دینت نماز میں پڑھنا ہر ایک مسلمان کا
 حق ہے اور ہر ایک مسلمان کی ہر ایک بات کیلئے ضروری خیال کی گئی ہے علاوہ اسکے تلاوت قرآن
 رسول عربی کی حیات میں مسلمان کیلئے موجب ثواب کا ہے اسلئے جزیرہ نما کے وقت تمام بالغ مرد اور عورتیں جو
 شریف اور رب اور عید کیلئے ہر ایک مسلمان کو چاہئے تھے کہ وہ قرآن حفظ کیا ہوا تھا اور چونکہ قرآن
 کے یاد کرنے کے لئے ہر طرح کی تاکید و ترغیب ہوتی رہتی تھی اور اہل عرب کو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے
 اور نہ کاغذ وغیرہ کتابت کا سامان پس ہونا اسوقت سہل تھا اور یہ امر سب کے لئے ضروری تھا کہ جہاں تک
 ممکن تھا قرآن شریف کو حفظ کرنے اور تلاوت اسلام اور حدیثوں سے تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ میں ایسے
 سینکڑوں اشخاص موجود تھے جنکو بھوت تمام اہل بیت آنحضرت قرآن شریف حفظ تھا البتہ رسول علی
 کے زمانے میں قرآن شریف بہ ترتیب موجود ہو وہ ایک کتاب میں جمع ہوا ہو انہیں تھا۔ اسکے پانچ
 اور کو عوں کی تقسیم ہوتی تھی آیات والفاظ و حروف کا شمار ہوا تھا اور ضرورت نہ ہو سکے باعث
 حرکات و سکنات کے نشان ہی نہیں کئے گئے تھے جسکی وجہ یہ ہے کہ رسول عربی کے زمانے میں
 قرآن شریف ایک مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ لکڑے لکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا تھا اور جب قدر ضرورت
 نازل ہوتا تھا اسقدر اسوقت کسی چڑے پر یا شاخ کی ٹمٹی پر یا کسی اور چیز پر لکھ لیا جاتا تھا
 اور بیت سے اصحاب اسکو حفظ یاد کر لیتے تھے اور رسول مقبول تو ضرور ہی یاد رکھتے تھے جسکی بدو
 لوگ ہی حتی الامکان نماز اور تلاوت کے لئے یاد کرتے تھے مگر عیسائیا تمام ملکوں میں ہوتا ہے ایسا
 ہی وہاں بھی جسکی لوگوں کے تلفظ اور محاورے دور دراز کے لوگوں کے تلفظ مکہ مدینہ والوں سے
 مختلف ہوتے تھے اسلئے ممکن تھا کہ ان میں سے بعض کے تلفظ میں کس قدر اصلی الفاظ سے تفاوت
 ہی ہو جاتا ہو یا بعض جسکی یا ضعیف العمر یا ضعیف حافظہ سے یاد کرنے کے بعد سہو کے باعث کچھ
 غلط ہی پڑھنے لگے ہوں۔ مگر جب سینکڑوں افراد و مہاجرین مکہ مدینہ والے اور دوسرے قریب کے

شہرہ نگار رہے واسطے بدل و جان محنت کر کے اور بعض ایسی کتاب کو اپنے دین و ایمان اور نجات کا
 موقوف علیہ سمجھ کر یاد کرنے اور اذکار کو سکھانے سے تھے تو ممکن نہیں ہے کہ ایک جمع خیر تمام قرآن
 کا حافظ بصحت تمام رسول کے آخری زمانے میں موجود نہ ہو۔ البتہ رسول مقبول کی وفات کے
 بعد جب خلیفہ اول ابو بکر صدیق علیہ السلام خلافت پر مقرر ہوئے اور سیدہ کذاب کی لڑائی میں کچھ حافظ
 شہید ہو گئے تو حضرت عمر کو اور انکی صلاح سے خلیفہ اول کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر خدا نخواستہ
 اس طرح سے لڑائیوں میں بہت سے یا تمام حافظ شہید ہو گئے تو قرآن کی صحت میں کبھی فرق نہ پڑے
 یا قرآن ضائع نہ ہو جائے۔ اسلئے انہوں نے زید بن ثابت جو حافظ قرآن تھے انکی مدد سے اور
 جو قرآن تھیں اور جہزوں وغیرہ پر لکھا ہوا حضرت کے زمانے سے ایک صندوق میں محفوظ تھا اور اسکو
 سنگو اکرو دوسرے حافظوں سے اور امن لکھے ہوئے مکروں سے مقابلہ کر کے بصحت تمام ایک جگہ
 نقل کر لیا تھا۔ اور آئندہ کے لئے قرآن کے ضائع ہونے سے اطمینان ہو گیا تھا لیکن حضرت عثمان
 خلیفہ ثالث کے زمانہ میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل عراق اور اہل شام اور دوسرے شہروں کے باشندے
 میں قرآن کی نسبت بطرح کا اختلاف ہے کہ اہل شام کہتے تھے کہ ہم نے قرآن مقداد بن اسود سے
 پڑھا ہے جی صحیح ہے اور اہل عراق کہتے تھے کہ ہم نے ابی موسیٰ سے شہری سے پڑھا ہے یہ صحیح ہے
 اور علی بن ابی قیس دوسرے شہروں میں ہوا۔ ممکن ہے کہ سورتوں کی ترتیب میں اس لوگوں میں
 اختلاف ہو گا۔ کسی کو آئین سے کوئی کوئی آیت کسی سورتہ کی یاد نہ ہوئی ہو یا بھول گیا ہو یا جسکو
 اختلاف قرأت کہتے ہیں صرف وہی اختلاف ہوتا ہے ایک قسم کا اختلاف تھا جسکا رفع کرنا ضرور
 بلکہ ضروری تھا اسلئے عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی قرآن حضرت حفصہ زوجہ رسول کے پاس
 سے سنگوایا جو حضرت ابو بکر صدیق نے بلا حفظ اور کتاب کے بڑی صحت کے ساتھ لکھ کر انکے
 سپرد کیا تھا اور اسکی کئی نقلیں کر کر مختلف ضلعوں اور شہروں میں بھیجا دیں اور اسکی اور نقلیں
 اس کے تقسیم کر دیں اور بعض لوگوں کے پاس جو کچھ خاص اور بے ترتیب سورتیں لکھی ہوئی تھیں انکو
 صحیح کر کے آگ میں جلا دیا تھا تاکہ آئندہ کو اختلاف باقی نہ رہے۔ اسوقت کسی نے عثمان کی نقلوں
 کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا کہ اس میں کچھ غلطی ہوئی ہے یا تغیر و تحریف ہوئی ہے حالانکہ کلام
 ہر دون حافظ قرآن کے موجود تھے۔ البتہ قرأتوں کا اختلاف جو کچھ ان میں موجود تھا وہ آج

تفسیر میں لکھا جاتا ہے مگر وہ اختلاف کسی غلطی کی سی کمی بیشی کا نہیں ہے جو عمل میں
 ہو نہ بارہ فرماوات و سکناات اور اجواب کا اختلاف ہے جسکو ہر ایک مختلف شخص دیکھ کر کہہ
 سکتا ہے کہ یہ تو کچھ اختلاف نہیں ہے۔ علاوہ اسکے اسی زمانہ میں قرآن چار سال کے بعد
 اہل مصر میں سے کچھ لوگوں نے بغاوت کر کے حضرت عثمان کو قتل ہی کر دیا۔ اور ایسے دشمنوں کو
 جو کچھ بہانہ بناوات اور قتل کا ملا اور انہوں نے کیا مگر کسی نے بیہ الزام نہ دیا کہ عثمان نے قرآن
 میں تحریف یا کمی بیشی کی ہے۔ اور در کیوں جاوے شیعوں کا گروہ اور خاریجیوں کا گروہ جو اسی زمانہ
 میں یا تھوڑے عرصہ بعد پیدا ہو گیا تھا اور دونوں حضرت عثمان کے بڑے مخالف تھے۔ اور
 بیہ دونوں فرقے آج تک عرب میں اور دوسرے ملکوں میں موجود ہیں مگر ان کے
 پاس ہی قرآن موجود ہے اوس میں وہ کمی بیشی نہیں ہے۔ اور نہ وہ عثمان کو
 تحریف قرآن کا الزام دیتے ہیں۔ پھر سطر سے اشتباہ ہو سکتا ہے کہ عثمان نے قرآن پر
 کچھ تصرف کیا ہو۔

اس تہید بالا سے یہ امر تو درجہ یقین کو پہنچ گیا کہ جو قرآن رسول عربی پر نازل ہوا
 تھا اور ان کے زمانہ حیات میں کامل ہو چکا تھا وہی قرآن بعینہ آج تک تمام اہل اسلام کے
 پاس موجود ہے۔ اور نیز یہ بھی خیال ہے کہ اصحاب ایسے صاف طینت اور نیک نیت
 تھے کہ جو بات اونکو دین کی معلوم ہوتی تھی اونکو کہی جیسا یا نہیں کرتے تھے خواہ وہ امر
 متنازعہ منہ ہو یا سب کے نزدیک مسلم ہو۔ چنانچہ شرعی مسائل کا اختلاف اسلام کے مختلف
 فرقوں میں آج تک اسی بنا پر چلا آتا ہے مثلاً حنفی نادر میں رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ مین
 بالجہ نہیں۔ کتے۔ شافعی بیہ دونوں کام کرتے ہیں۔ مالکی نماز میں ہاتھ شاکا کرکے ہوتے ہیں۔
 اور حنفی شامعی ہاتھ باندھتے ہیں۔ علی بن ابی طالب نماز کی دعاؤں میں اختلاف ہے اسبطر
 سے دوسرے بہت سے مسائل شرعیہ میں اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر
 اصحابی کو حسب طرح رسول سے کوئی کام معلوم ہوا وہ اسی طرح سے کرتا رہا۔ جو کام رسول نے کئی طرح
 کیا تھا اصحاب میں جسکو حسب طرح کا علم ہوا وہ اسی طرح سے کرتا رہا۔ بعدہ کسی نے کسی اصحابی
 کی پیروی کی اور کسی کی سیل اس طرح سے بہت سے فروعات میں اختلاف ہو کر کسی فرقے بن گئے

یہ میں سب اصحاب غلیظہ کے افعال و اقوال کی پیروی کرنی لازم ہائے اور
 یہ پہلی مخلوقات کو چھوڑ دیا کرتے تو نماز جیسی عبادت میں جس کا وہ پانچ مرتبہ ہر ایک
 مسلمان پر اور کرنا لازم ہے کسی طرح کا اختلاف نہ رہتا۔ لیکن ایسے مختص معاملوں کے ہزار
 اختلاف موجود رہے اور آج تک موجود ہیں تو ممکن نہیں کہ عثمان کی توفیق کئے قرآن کو سب
 ان لیتے اور اپنے اپنے یاد کئے ہوئے پہلا لیتے۔ کم سے کم اتنا تو ضرور ہوتا کہ بہت سی
 آیتیں تفسیروں اور روایتوں میں نقل ہوتی ہوں علی آیتیں کہ پہلے پڑھی جاتی تھیں۔
 غلاموں نے بعد میں انکو نکال دیا یا بدل دیا۔ بعض آیتیں رسول کے زمانے میں نہ تھیں کہ بعد
 محاذی ہوئیں۔ اس قدر کے بیان کرنے کی ضرورت اس لئے ہوتی کہ کوئی شخص یہ غلطی نہ
 سمجھے کہ قرآن جو ہے سچو جو ہے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شاید یہ دعویٰ بحد جڑا دیا گیا
 ہو گا اور جب تمام عرب مسلمان ہو گئے تب انہوں نے اتفاق دیا یا اس مذہب کے باعث
 اس دعویٰ کا بطلان نہ کرنا چاہا ہو۔

یہی قرآن دعویٰ کرتا ہے کہ میں منزل من اللہ ہوں۔ خدا کا کلام ہوں۔ اگر کو
 شک ہے تو ادھر کے کسی ایک حصے کے برابر اسکے جیسا بنا لاؤ۔ دوسرے دوسروں سے
 ہی مدد لے لو۔ مگر ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔

اور سو وقت بہت ہو د اور نصاریٰ عرب میں موجود تھے جو پشتوں سے وہیں بستے تھے
 یا خود عرب میں سے ہی دین بدل کر نصاریٰ ہو رہے تھے اور نہیں بہت لکھے پڑے ہی
 تھے۔ اور انہیں سے جو ایمان نہ لائے تھے مقابلہ سے مجبور ہو کر عناد و حسد کے باعث اور ملک
 کو چھو کر چلے گئے تھے۔ انہوں نے اپنی تحریف و باطل اور شہابی۔ خود عربی زبان بولتے تھے ایک
 سورۃ قرآن کی بات بنا کر دکھلا دینے اور کہتے کہ یہ قرآن کیا کلام الہی ہے۔ یہ جو ہم ہی سید
 کا بنائے ہیں پر یا تو رسول عربی کو بشرط محال اپنا دعویٰ چھوڑنا پڑتا یا انکو دعوت کرنے سے
 شرمائے اور اگر یہ کہو کہ شاید انہوں نے ایسا قرآن بنایا ہو بلکہ کئی بنائے ہوئے مگر رسول
 مقبول نے زبردستی سے انکو نکال دیا۔ اور ان کے ساتھ انصاف نہ کیا تو چاہئے تھا کہ
 وہ لوگ دوسرے ملکوں میں چلے گئے تھے وہیں جا کر دوسرے مقابلہ کرتے اور قرآن

کی مثل لکھنا اپنی راستی کی دلیل اپنے پاس رکھتے اور دوسرے مخالفین اسلام کو دیکھلا کر
اس صحن کی مذہب کرتے۔ اگر فرض کر دو کہ ادنیوں نے ایسا کیا ہو مگر بعد کی روائیوں پر
وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے ہوں تو ضرور تھا کہ عیسائی اور یہودیوں نے جو اسلام کی تاریخ قریب
اور وہی زمانے کے لکھی تھی اور وہیں کچھ مصنوعی قرآن کی نقلیں لکھتے یا کم سے کم اتنا تو لکھتی
کہ فلاں فلاں صاحبوں نے قرآن کے مقابل کچھ سورتیں لکھی تھیں مگر انہوں نے یہ کہ وہ
تخویریں کہیں نہ ہو گئیں اب مل نہیں سکتیں۔ مگر سب بات کا ہی کسی تاریخ سے پتہ
نہیں لگتا۔ پورے عیسائی سالہا سال ہزاروں کوسوں سے اگر شام کے ملک میں
عرب مسلمانوں سے جنگ تو کرتے رہے اور ان کے تاریخی احوال لکھنے میں بڑی کوشش
کی۔ بہت سی کتابیں لکھیں مگر کچھ اتنا پتہ نہ لگا کہ کسی عیسائی یا یہودی نے کبھی قرآن
کی مانند ہی کچھ لکھا تھا۔ اسلام پر داغ لگانے کی نیت سے یہ تو لکھ دیا کہ خلیفہ دوم نے ہکتہ
کہ کتب خانہ جلو آرا مگر وہی سنہا یعنی قرآن کے سوا جو کچھ دعوائے کے سلطان قرآن
کسی نے توجہ نہ کی۔ مصنف کی نظر میں ان باتوں پر غور کرنے سے اتنا تو مرید ہو جائیگا کہ قرآن نے
سچیز جو دعوائے کیا اور کہہ کیا مگر شک ہے تو ایسا کلام بنالاء و مگر نہ سیر نہ نہیں بنا سکو
اس پر ہی اس دعوائے کے اطل کرنے پر کمر بستہ کی نہ ہوتی اور یہی ظاہر ہے کہ جبے واقع
کے زمانہ میں جبکہ عیسائی اور یہودیوں کے درمیان جو جو دوسرے امور میں مصافحت اور بلاغت
ترقی کر چکا اس ملک کو لوگوں کو بہت شوق تھا اور قرآن کی سنی لکھنے کی زبان میں تلجوتیا ایسی
نوٹ۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کچھ دلائل ہیں اور اگر ہم اپنی جو کچھ لکھتے ہو یا کہ سکندریہ کا عجائب خانہ اور کتب خانہ
میں سے تین سو سال پہلے کے عیسائی اور یہودیوں کے لکھے ہوئے کتابوں میں سے ایسا کچھ نکالیں کہ جس سے پتہ چلے کہ یہ کتب خانہ
جب سکندریہ کا عجائب خانہ تھا سو وقت کی کتابیں لکھی تھیں جو صدی میں محاصرہ ہوا تھا یہ جوتی مدہ کی جی میں تھی جو سنی
لکھنے کی کتاب کو لکھ چکے تھے اور کتب خانہ جوتی تھا اس کی کتب خانہ میں ایسا کچھ لکھا ہوا ہے جو مقدس
کتابہ ان پشیا جو جوتی تھا سفری اس کو نقل کیا اور ایک سراجیو کتب خانہ اسکندریہ جو سیرین نام مشہور تھا یہ کہ دیا اور
ایک پین کا بزرگ پانچویں کی جی میں تھا جو اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کتب خانہ جو دیا تھا ہی اس میں سال بعد میں کتب خانہ کی لکھا
اور صندوق بالکل خالی باوجود اس کو عیسائی مخالفوں نے کتب خانہ کو جلا دیا تھا یہاں حضرت عمر کے ذمہ لکھا دیا

ہی ایسے ضعیف تھے کہ وہ اپنے مقابلہ کرنے والوں کو بھی مقابلہ کرنے سے جبراً نہیں روک سکتے تھے
ایسے وقت میں اس کتاب کا مقابلہ نہ ہو سکتا تھا اس زبان میں لکھا گیا تھا کہ بہت کچھ تو غیر صحیح
اور قانون قدرت کے موافق آئندہ کو ہونا چاہیگا کہ سیدھے ممکن ہے کہ اب یہ آئندہ کوئی شخص
اس کتاب کا مقابلہ کر سکے۔

بعض اہل عقل سے یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ آج تک کسی نے قرآن کی مثل بنائی اور نہ کہیں
اس کتاب سے اور جس موقع پر اور جس دور سے اور جن لوگوں کے مقابلہ میں یہ دعویٰ
کیا گیا اور پھر یہی اوس وقت اور میں سے کسی نے مقابلہ نہ کیا تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقابلہ کرنا
ان لوگوں کی طاقت سے باہر تھا اور جس بانی طاقت سے سو باہر تھا تو پھر بعد کے زمانہ میں تو بطریق
اور فی قرآن کے مثل بنانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اب عقل و دین کو ہی دیکھنا چاہیے کہ آیا تنہیک قرآن کی مثل بنانی محال ہے اور اگر محال ہو تو اسکی
دیکھنا ہے اہل اسلام نے اس محال کی بہت سی وجوہات کہیں ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اسکی فصاحت ایسی اعلیٰ
درجہ کی ہے کہ انسان کی شے نہیں بنا سکتا یا اسکی اسرار عظیمی اور قوانین و معارف دینی درجہ بہر
جگہ لکھنے پر کوئی انسان قادر نہیں ہو سکتا یا اس میں قصص نامیہ اور اجزاء مستقبلہ جنکی تصدیق ہی ہوتی
حالی ہے بتا دے لگے جسے منجہ علم و شان کو نہیں ہو سکتا یا جیسے ہدایت کی باتیں اس میں سکھائی
گئی ہیں کسی انسانی شخصیت میں نہیں پائی جاسکتیں۔ یا اتنی چھپائی سی کتاب تمام ضروریات دینی
پر حاوی ہے۔ انسان کی کلام ایسی جامع نہیں ہو سکتی یا اگر کوئی انسان بہت قسم کے مختلف معنایں لکھو
تو ضرور ہے کہ انسانی علم ناقص ہونے کے باعث اسکی تحریر میں بہت جگہ اختلاف
پایا جائیگا۔ یا جو کچھ وہ لکھے گا اس میں سے بہت سی باتیں واقعہ کے خلاف پائی جائیں
گی۔ مگر اس کتاب میں یہ نقص نہیں ہے۔ یا مثلاً انسان کی خاصیت ہے

خلق عین یونکی کتب مفید ہوں گے کہ اس کے بعد مذکور ہوئے ہیں کہ زمانہ میں کسی نے اسکی کتب بنائے
تو وہ بدو و جوحیلین لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے و لکھیں گے
مگر سیدھے یونکی الہامی کتاب ہے نہ ضروری تھی یا بخیر نہیں کہ یہ لکھو کا حال ہے لکھتے آج انکی شہادت دینی کی کتاب ہوتی مگر قرآن شریف کا حال
ہے بلکہ وہ شروع سے محالوں کو سنا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ خدا کی کلام ہے نہ

کونفص کی مراد میں اس کو رحم نہیں، تاہم قرآن شریف میں جہاں قدر کے ساتھ وعدہ
 سنائے گئے ہیں، ہم کے ساتھ معافی کے وعدے اور نعمتوں کی خوشیاں بیان کی
 گئی ہیں۔ یا دشمنوں اور مصنفین کو دیکھا گیا ہے کہ کوئی کسی خاص مضمون کے لکھنے میں بڑا
 رزم کا خاکہ خوب لکھتا ہے کوئی مضمون کے لکھنے میں استادانہ بات ہے کوئی چچا بھتی لکھتا ہے کوئی
 کی عمدہ تصویر کھینچتا ہے کوئی عقیدہ مفاہیم خوب لکھ سکتا ہے۔ کوئی قدرتی موجودات
 مگر قرآن کا حال اس کے قضاوت سے اس میں ہر ایک قسم کے مضمون لکھنے پر کوئی ایک سان قادر نہیں تھا
 کیا ہے۔ یہ سب باتیں صحیح ہیں اور خود قرآن سے ثابت ہیں کہ یہ تمام خوبیاں اس کتاب میں
 موجود ہیں اور بے شک ان میں سے بعض خوبیوں پر بھی انسان کی کلام عادی نہیں چھوکتی
 لیکن یہ وجوہات ایسی ہیں جیسے کوئی شخص کہے کہ گھوڑا خدا کی مخلوق ہے انسان ایسا جانور
 پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس کی وجہ پوچھے تو یہ جواب ملے کہ ایسی خوب صورت شکل
 آدمی نہیں بنا سکتا یا انسانم اور سخت طاہر جسم آدمی سے نہیں بن سکتا یا اس طرح سے
 حرکت کرنے والی تصویر انسان نہیں بنا سکتا یا اس طرح کی باریک اور ہموار بال کسی سے
 نہیں بن سکتے۔ یہ سب کچھ سچ ہے اور اس کے تسلیم کرنے سے کسی محفل شخص کو انکار
 ہوگا۔ لیکن ان جزوی خوبیوں کے بیان کرنے سے پوری بعیرت حاصل نہیں ہوتی
 اب غور کرنے سے ایک اور بڑی قوی دلیل نکلتی ہے جس کو دلیل قاطع کہنا چاہیے اور
 جس پر غور کرنے سے یقین کلی حاصل ہو جاتا ہے کہ بے شک قرآن انسانی کلام نہیں ہے
 اور ایسی کلام بنانی انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

اس دلیل کے سمجھنے کے لئے پہلے ایک مقدمہ کا سمجھ لینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک
 انسان دو وعدوں کو قدرتی طور پر یقینی اور صحیح تسلیم کرتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر ایک وقوعہ کے لئے
 کوئی سبب ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جو امر آج علت ہوا ہے ایک معلول کا وہ امر زمانہ
 ماضی میں بھی اُسی معلول کی علت تھا اور زمانہ آئندہ میں اسی طرح سے ہوگا۔ یعنی سبب
 پہلا امر واقعہ ہوگا تو دوسرا ضرور اس کے بعد ہوگا۔ پہلے قاعدے کو سلسلہ علت و معلول

گناہ پیشہ کو ہر ایک شخص ضروری اور عام مانتا ہے اور دوسرے کو وحدت قانون
 قدرت چھینا چاہئے سلسلہ علت و معلول کے ضروری ہونے کا تو خیال یہاں تک
 عام ہوا ہے کہ جب کوئی نیا وقوعہ جہاں میں واقع ہو سکے تو ہر ایک شخص اس کی علت
 تلاش کرنے لگتا ہے کہ کیا کیوں ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک فرد بشر کو اس
 امر کا یقین ہے کہ ہر ایک وقوعہ کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے اور اسی طرح ہر جب
 کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں امر فلاں وقوعہ کی علت ہے تو جب کبھی باطنی یا محال
 یا اشتغال میں رہی اور کے وقوعہ ہونے کا علم ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے مطالعہ
 کے وقوعہ کا یقین بھی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگرچہ ایک مرتبہ گنگ کو ماتھ میں پڑنے
 سے تکلیف اٹھاتا ہے تو دوبارہ آگ کو ماتھ لگانے سے ڈرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ اس کو یقین ہے کہ جس آگ نے ایک مرتبہ پکڑنے سے جلا دیا تھا وہ پھر بھی
 پکڑنے سے جلا دے گی انسان کے تمام علوم نظری * حاصل کرنے کے لئے خدا سے
 بھی دو سبب دی ہیں کی طبیعت میں کئے ہیں اگرچہ حکما نے اس کی تحقیق میں اختلاف
 کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں علم خدا نے انسان کی عظمت میں پیدا کئے ہیں
 اور بعض کہتے ہیں کہ تجویز سے حاصل ہوتے ہیں یعنی انسان طقو لیت سے پیدا ہو گیا
 ہے کہ ہر ایک وقوعہ کے لئے کوئی سبب ہوتا ہے اور جو امر آج کسی وقوعہ کی علت ہے
 ہے وہی امر ہمیشہ بلا تعلق اس وقوعہ کی علت ہوتا ہے غرض کسی طرح سے ہر ایک
 یہی دونوں علم باقی علوم نظری حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

مگر کوئی شخص یہ کہے کہ سلسلہ علت و معلول کا تسلیم کر بھی لیا جائے کہ نظری
 اور عام ہے تو شاید صحیح ہو مگر وحدت قانون قدرت کو تو بہت آدمی نہیں مانتے۔ مثلاً
 جس جوہر نے کابالت ہے کہ اس میں لوگ عقائد رکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو آگ سے
 نہیں پیدا ہوا اور اسی طرح سے ہر ایک مذہب واسلے خرق عادات جن کو کرامات
 و علوم نظری سے وہ علوم مراء ہیں جو محض حواس ظاہری و باطنی کے ذریعے سے
 حاصل نہیں ہوتے۔

اور عادات کہتے ہیں ان کو درست مانتے ہیں خواہ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ عادت
کا تسلیم کرنا خود عادات کرنا ہے کہ یہ لوگ عادت کہتی کو مانتے ہیں اور وہی بوضوافت قانون
قدرت کا نام نہیں مگر خرق عادات دکھاتے۔

اور اگر قانون قدرت کی وحدت پر یقین نہ رکھتے ہوتے تو ایسے ذریعہ کا نام
خرق عادت کہیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر لوگ بھی عادات اتنی یا وحدت
توان قدرت کو مانتے ہیں اور خاص حالات اور خاص وجہ سے شائد وہ جو خرق عادت
عادات کے وقوع ہا ممکن مانتے ہیں اور ایسا جو خرق عادت کا متناصلی مطلب
ہیں زیادہ خارج نہیں ہوتے کیوں کہ ان کے عقائد میں بھی عادت کہتی کی یک رنگی
یہی ضروری ہے کہ خرق عادت کو بوجہ خاص حالات کے اس کا واقع ہونا
میں مانتے۔ مثلاً ان کے نزدیک معجزہ راست کا نام خرق عادت کے بجائے حسب عادت
ہو جائے بلکہ جس کو اصطلاح میں وہ خرق عادت کہتے ہیں اس کو بھی حقیقت میں حسب
عادت مانتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرح سے کرتے ہیں کہ جو خاص حالات مقتضی خرق
عادت کے ہیں وہی قانون قدرت کے موافق اس عیب و ثوبہ کی علت ہو جاتے
ہیں اور جب وہ خاص حالات موجود نہ ہوں تو واقعات عام عادت کے موافق واقع
ہوتے رہتے ہیں۔ علامہ اس امر کے برابر دھوئے ہے کہ ہر ایک انسان وحدت قانون
قدرت کو فطرت اور طبیعت سے تسلیم کرتا ہے۔

جب یہ بات قرار پا چکی کہ سلسلہ علت و معلول کا اور وحدت قانون قدرت کی
ہر ایک شخص اپنی فطرت سے تسلیم کرتا ہے تو اب یہ جاننا چاہئے کہ انسان میں کیا عادات
کے ذریعے سے مجہول کو معلوم کیا کرتا ہے اس کو صرف علامات کا علم ہوتا ہے۔ ان
علامات کا سراغ لگانا ہے۔ علامت کے معنی کوئی شخص کسی شے کو ہمیں دیکھتا ہے
بلکہ صرف علامات کو ہی جانتا ہے۔ مثلاً ایک مکان کو میں جانتا ہوں۔ لیکن جب غور
سے دیکھتا ہوں اس مکان کا کیا جانتا ہوں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ اس میں
ہے اور اشنا بند ہے یا سخت اور مضبوط ہے یا نہنگ ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامات میں جو اس کے ذریعے سے معلوم ہوا لی میں اور جس کے کی یہ علامات میں اس کے
وجود کا یقین صرف ان علامات سے ہوا ہے۔ اگر ان علامات سے قطع نظر کرو تو وہ
معلوم نہیں کی وہ حقیقتیں ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ جو ان شریعت میں بھی
خدا سے ملنے والے رسالہ ہی فرمایا ہے کہ آدم کو ایسے انسان کو ہمارے یہ علامات سکھانے
لیے اس کی خلقت میں علامات کے حاصل کرنے کا سان (جس) بتایا کر دیا۔ پس
اس سے زیادہ اس کو علم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

جس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ بیان میں ملنے میں سب علامات کے معلوم میں یہی علامات
کے ذریعے سے موجودات کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ علم اب میں علامات سے دفعہ تیسویں
کیا جاتا ہے۔ علم نباتات میں علامات کے ذریعے سے نباتات کا علم آتا ہو مگر یہی علامات
سب علموں کا حال ہے۔ اور جو امر بھول کر یا غفلت سے اس کی علامتوں ہی کی غفلت
کرتے ہیں اور علامتوں میں ہی اس علم کی وحدت و وحدت قانون قدرت کا یقین

کیا جاتا ہے۔
جب امور چھوڑ کر یا غفلت سے تو اب ہرگز نہ صرف رجوع کرنا چاہئے بلکہ
یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا قرآن ایسی کلام ہے کہ جیسی انسان کی کلام ہوگی سب سے یا ہو سکتی ہے
یا ایسی نہیں ہے۔ تو بحسب موصوفہ مذکورہ بالا اس امر کے ملنے کرنے کے واسطے ہو کر دیکھنا چاہئے
کہ قرآن میں انسان کی علامتوں کی علامتیں ہیں یا نہیں اگر انسان کی علامتوں
کی علامات اس میں پائی جاتیں تو یقیناً ثابت ہو گا کہ یہ انسان کی کلام ہے۔ اگر ایسی علامتوں
اس میں نہ پائی جاتیں تو یقیناً ہو گا کہ انسان کی کلام نہیں ہے اور نہ انسان ایسی کلام کے
متناسے پر قائم ہے۔ کیوں کہ بحسب قاعدہ وحدت قانون قدرت جو علامات انسان کی
معمولات میں آج پائی جاتی ہیں وہی پہلے بھی پائی جاتی تھیں اور وہی ہمیشہ پائی جاتی
گی اور اس کا عکس یہ ہے کہ جس چیز میں وہ علامات نہ پائی جاتیں گی وہ شے پہلے نہ پائی
کی صنعت سے بنی نہ اب۔ اور نہ آئندہ بن سکتی ہے۔

اس امر کی تحقیق کرنے کے لئے ایک ایسا متوال قاعدہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے

کونسا کہی ہو سکتی ہے کوئی نصف نیم کسی مذہب کا پابند ہونا یا کفر یا مذہب ہونا
 نہیں کہی ہو سکتا اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے ہم پہنچے اور دوسروں کے عقوبت کے ذریعے
 کے مشیقت سے مشغول اور قدرتی کی حیثیت سے نہ کر لیں جیسے علم نباتات یا علوم پرانی
 میں نباتات اور حیوانات کے انواع کی حیثیت سے نہ کر لی جاتی ہے اور جب ہر ایک
 ہندی کے علم کے ذریعے سے ہر ایک نئی چیز کی پہچان کی جاتی ہے کہ یہ قدرتی گون سے
 نوع کا فرد ہے۔ ایسا ہی فاعلات اور تمام علوم عقلیہ پر ہے۔

ان کے تجربے سے جو معلومات ہندوئی مشیقا میں پائی گئی ہیں اور جو
 معلومات قدرتی مشیقا میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے فرق و تفرق میں مختصر طور پر
 لکھی جاتی ہیں۔

مخلوقات انسانی

ان کی عدالت نمائی پر انسان کو اسطاعتیں

ہو جہاں تک ان میں غور و تدبیر کے

تجربے کے تجربے کے برابر ہیں ختم نہیں

ہوتے۔ انسانی انسانی باتیں پیدا ہوتی جاتی

میں۔ دیکھو و نجات قدرتی مخلوقات میں انہیں

سے بعض کے علاوہ کابھی قائم ہوتا ہے

حیوانات کی غذا میں ہی کام آتے ہیں

خواب میں بھی عجیب عجیب تائیدوں کی

ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ کپڑا بھی ہوتا ہے

بناتا ہے۔ تعمیر میں بھی کام آتے ہیں

ایندھن بھی دیتے ہیں کئی اقسام کے

تک بھی ان سے پیدا ہوتے ہیں اور

جہاں تک کیمٹ لوگ دن سے سفید

عدالت نمائی ان کی حدود و حدود سے

میں کہہ سکتے ہیں تو پہلے سے متعلق ہوتا

ہے اور دوسرے سے ان کے جسم میں بھی

کی جی عقل کہتے ہیں انسانی علت کو سمجھتے

میں اور وہی کام ان سے لے سکتے ہیں

جیسے سٹیم انجن حرکت دینے کے واسطے

بنایا گیا ہے وہ سوا سے حرکت کے لئے

کام نہیں دے سکتا اور ہر ایک اور

اس سے وہی کام لیتا ہے۔ مکان گرمی

مردی ہوا دھوپ بارش سے پناہ دینے

کے واسطے اور خاص مطالب کے واسطے

بنایا جاتا ہے سوا سے ان مطالب کے

دوسرے کام میں نہیں آسکتا اور ان قدر

کلام اس سے عام بچہ کے آدمی لے
 کئے میں جو اس کی سب سے کمال
 کی عقل محدود ہے اس کی مصنوعات
 کے فایده بھی محدود ہیں۔

بسیا اچان کر کے کی سی کرنے پر نکالتے
 جانے میں کہیں خاتمہ نہیں ہوتا۔ صرف
 اسان کی عقل و محنت کی ضرورت ہے
 اس کی وجہ سے کہ ان کے خالق کی عقل
 غیر محدود ہے اس کی مخلوق کے فوائد
 بھی اور خواص بھی غیر محدود ہیں۔
 اس صفت کے زیادہ نزدیک واضح کر کے
 کے لئے دو تین نظریں پیش کی جاتی ہیں۔
 ایک پست کا درخت ہے جس سے پستون کا
 عرق اور فیروزہ مخدر چیزیں دل حاصل کی
 جاتی تھیں۔ اب کچھ عرصے کے کیا والوں
 نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی ہے اس کے
 اجر میں تحلیل کریں کا عمل کر کے بہت نئی
 چیزیں حاصل کی ہیں۔ مثلاً مارفیا اسی کا جوہر
 ہے جو بڑا منوم اور مخدر ہے اور تلے کو بند کرتا
 ہے۔ سنی ایک اور جوہر ہے جو ایک تہی کے
 بیسویں حصہ کی مقدار میں دیا جاسے تو فوراً
 قے لاتا ہے اور مخدر منوم نہیں ہے ایک اور
 جوہر ہے جو نہایت مقوی ہے اور ایک جوہر
 ہے جو نہایت مضبوط ہے ایسی ہی مختلف
 اشوں کے بہت کمالات اس سے حاصل کیے
 گئے ہیں اور ابھی خاتمہ نہیں ہوا برابر نئے نئے
 فوائد کی چیزیں اس میں سے نکلتی چلی آتی ہیں۔

علیٰ بن القیاس ملرات کا جہاں تک تجربہ کیا
 جاتا ہے عجیب عجیب مفید چیزیں اس کے
 متنی جاتی ہیں نئے نئے خواص ان کے
 نظام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ظروف اوزار
 تھیار بناتے ہیں تحریر و غیرہ میں تو پچھلے سے
 پھیریں کا تادم ہوتی تھیں لیکن قوت برقی
 قوت مقناطیسی ان میں جواب معلوم ہوئی
 ہے ان کے ذریعے سے جو نوید حاصل
 ہوتے ہیں روشنی گرمی جنوب دفع وغیرہ
 انہوں نے وہ کرشمے دکھائے ہیں جو
 ظاہر میں کراہت اور معجزے سے کم نہیں
 معلوم ہوتے۔

قدرتی مخلوق میں انسان کی سمجھ کے موافق
 کفایت کا خیال بالکل نہیں ہوتا۔ اس کے
 بہت سے اجزاء فضول معلوم ہوتے ہیں
 عرش اس میں ہر طرح کی فضولی سمجھ میں
 آتی ہے یہاں تک کہ جن اجزاء کے فوائد
 بھی سمجھ میں آتے ہیں ان میں اتنی کثرت
 دیکھی جاتی ہے کہ ضرورت سے زیادہ معلوم
 ہوتی ہے۔ مثلاً عورت کے رحم میں جو بچہ
 کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ ستر ہزار
 کے قریب اٹکے ہوتے ہیں جن میں سے
 نسل پیدا کرنے میں صرف پانچ سات یا تین

ان کے بنائے ہیں انسان ہر
 طرح کی کفایت کو مد نظر رکھتے ہیں
 اس واسطے اپنی سمجھ کے موافق
 ان کے بنائے ہیں ضرورت سے
 زیادہ اپنی محنت اور وقت کو صرف
 نہیں کرتا اس واسطے انسان کے
 موضوع کا کوئی حقیقہ فضول اور زائد
 از حاجت نہیں ہوتا سکول کے
 بنانے میں مکانات تعمیر کرنے میں
 غذا تیار کرنے میں۔ کپڑا بنانے میں
 اور اسی طرح سے ہزار مصلحتات

ہیں اور ایک خاصہ کفار کے گھر کا
 ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان
 کی طاقت محدود ہے اس لیے اس کی
 ضروریات میں اصول نہیں بنی

جاتی

کے نزدیک وہ چارہ ہیں کام آتے ہیں ہاتھی
 رائیگاں بولتے ہیں۔ علیٰ اہل القیاس و خول
 میری ہاں اس قدر آتا ہے کہ ان سے آنا چل
 نہیں پیدا ہوتا ہے اور چل بھی آنا پیدا
 ہوتا ہے کہ وہ سب چھٹی کر نہیں پہنچتا اور
 جس قدر بچتا ہوتا ہے وہ بھی سب کا آد
 نہیں ہوتا۔ بلکہ حال خود رو و خستوں کا ہے
 البتہ انسان جو اپنے لیے زحمت کرتا ہے
 وہ اپنی ضرورت سے زیادہ نہیں کر سکتا
 اس لئے اس میں جیسے انسان کی صنعت
 شامل ہوتی ہے وہی اس میں کمی معلوم
 ہوتی ہے۔ لیکن سلی خواص میں مذکور
 کے زیادہ فرق نہیں آتا۔ مگر انسان اپنے
 لیے ضرورت سے زیادہ محنت نہیں کر سکتا
 اور اسے دوسری وجہ سے اس کے چل چکا
 نہیں اہلستے جیسے خدا کی قدرت غیر محدود
 ہے وہ اپنے ہی اس کی قیادت ہی غیر محدود
 ہے۔

ان کی اشکال بڑی پیچیدہ اور بخیال انسانی
 ہے تاہم معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے
 اجزاء میں کوئی نظام اور ترتیب نہیں معلوم
 ہوتی دیکھو جو قدرتی و خستوں کے جنگل میں
 ان کی حد و کسی اقلیدس کی شکل کے موافق

(۱۰) ان کی اشکال ریاضی کی گئی
 ساری شکلوں کے موافق ہوتی ہیں
 جیسے دائرہ ہے مثلث ہے مربع
 ہے ان شکلوں کو انسان بنا سکتا ہے
 اور ان کی پیمائش کر سکتا ہے اور

لگے اجڑا میں ایک طرح کا نظام اور
ترتیب پر لی ہے جسے انسان
پر مانع بنانا ہے اور کھانا اور کپڑے
یا کسی اور مساوی چیز کا بنانا ہے کیا ہے
اور روشنی میں ایسی خاص اشکال کی بنا
ہے جو ایک کی دوسری میں ایک ایک یا
کئی کئی قسم کے چھل و ترتیب لگاتا ہے
ایک وقت گلاب کا ہے تو دوسرا گلاب
کا ہے قیسے میں موسن ہے تو چوڑے
کے کنا ہے پر گل داؤدی میں یا
دھیان میں کوئی شکر کا سا ہے لا
چار و نظرت سنہرے یا آجرو
یا لکھائے تھے میں بہترین قسم کو رکھتا
ہیں وہاں خیم کے درخت نہیں ہیں
جہاں جامن میں وہاں آتش بجے نہیں
اور ملا کر ہی کئی قسم کے درخت لگاتا ہے
تو انہیں ہی ترتیب کا ضرور لحاظ کرتا ہے
وجہ اسکی یہی ہے کہ عقل اسکی
ضعیف اور خاصاں مسلم کی خوب ہوتی
کو اور اکڑ کر کتا ہے۔

محدود نہیں ہوتیں اس کے وہ میان کہیں چھل
ہیں تو ان میں ہی بہت سے پہلے اور وقت
ہیں۔ انہیں ہی بے چھل درخت ہی لگا آئے ہیں
جہاں سال یا دو بار کے والی شان درخت میں
اور کئی بچھیں چھوٹے چھوٹے چھل دار درخت
ہیں اور ان کے درمیان اور چھوٹے مختلف قسم
کے جھاڑی جوڑے ہیں۔ جن میں آپس میں
بہ نظر انسان کو ہی سہا سہتا اور نظام نہیں
سلوک ہوتا۔ پھر سے دیکھا جائے سندھ چھل و فہم
کا حال ہے۔ اسکی وہ جہیہ ہے کہ اس عالم
کے خالق کے عقل اور علم نے محدود ہیں اس کے
افعال کی خالی کونا عقل عقل نہیں سمجھ سکتی

maablib.com

انگو خاص زمانہ اور خاص حالات میں
ایسا توکل نہیں ہوتا کہ اس زمانہ اور
حالات کے بدلنے سے بچے رہے ہو جائیں۔

ان میں ہر طرف خاص زمانہ اور خاص
حالات کے ساتھ سلاست ہوتی ہے
اور زمانہ اور حالات کے بدلنے پر

بھیڑ میں بکھری ہو جاتی ہیں اور بھڑکیا
 درخت کے کنارے نہیں بکھینچ کر
 انسان کی عقل اور قدرت ایسی محدود ہے
 کہ اسکی مصنوعات شکل ایسی ہو سکتی
 ہیں کہ جسے محدود دماغ اور مختصر وقت
 کے لئے کار پر آری ہو سکے۔

۱۵۔ انسانی مصنوعات جیسے برقعہ جان
 جوتی ہیں اپنی حفاظت کرنے یا بڑھانے یا
 حالت کے موافق ہو جائیکل طاقت انہیں
 نہیں ہوتی اسلئے انہیں وجود میں آنے
 ہی فتنہ اور تنزل اور تحلیل کے آثار شروع ہو
 جاتا ہے اور چونکہ خارجی قوت کے سامنے موافق ہو
 کر طاقت نہیں نہیں ہوتی اسلئے دست و پا
 ایک ایک حالت پر قائم نہیں رہتے بلکہ
 بدلنا یا بیکار ہو جاتے ہیں۔

ان تمام میں ایک قسم کی جان اور قوت ہوتی ہے۔ ہر
 اپنی حفاظت جو کر رہتی ہے اور تغیر زمانہ اور حالات
 کے موافق اپنے آپ کو بنالیتی ہے حیوان کی جان
 تو ظاہر ہے نباتات میں قوت طبعی اور اسکی تعمیر
 توجہ اور بدل یا تحلیل کے لئے ظاہر موجود ہے۔ جمادات
 میں بھی ایسی قوت ہوتی ہے کہ جس سے وہ بڑھتے
 اور اپنے وجود کی حفاظت کرتے ہیں اور سردی گرمی
 خشکی نری وغیرہ حالات کے تغیر کے ساتھ آپ
 ایسے متغیر ہو جاتے ہیں کہ تغیر حالات اور کمزوری
 بتا دہ نہیں کر سکتے۔

اگرچہ قدرتی اور مصنوعی اشیا میں بے انتہا علامات متباہتہ موجود ہیں۔ لیکن اس مقام پر
 امتیاز حاصل کرنے کے لئے پہلے پانچ علامتیں مذکورہ کافی خیال کی گئی ہیں۔

اب وحدت قائلین قدرت کے قاعدے کے موافق انسانی کلام میں ہمیشہ انسانی مصنوعات
 کی علامات پائی جاتی چاہئے۔ اور اگر کوئی کلام الہی موجود ہو تو اس میں قدرت کی اشیا کی
 علامات چھوٹی ضروری ہیں۔ چنانچہ تصنیفات انسانی و کبھی کسی ہیں انہیں وہ پانچوں علامتیں
 مصنوعات انسانی کی پائی جاتی ہیں یعنی ۱۔ علت غائی اور اسکی محدود ہے۔ جو غرض اسکی
 تصنیف سے منف کو مد نظر ہوتی ہے، ۲۔ غرض دوسرے لوگ اس سے سمجھتے ہیں۔

کوئی نئی بات یا اس سے پیشہ پیدا نہیں ہوتی رہتی۔ (۱۰) کفایت شکاری اسکی تصنیف
 میں مذکور ہے۔ مضمون سے زیادہ بار بار ایک ہی مضمون کی بحث و تکرار نہیں ہوتی۔
 (۱۱) اسکی عبارت کی ایک خاص طرز اور اس کے اجزاء میں ایک قسم کی ترتیب جانشانی ملاحظہ
 کیے سوائے پہلے سے پائی جاتی ہے۔ (۱۲) اور ایسی ہر ایک تصنیف ایک خاص مذاہد اور
 خاص حالات کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتی ہے کہ مدت و زمانہ ایک اور اسکی قدما و حذو
 کیساں نہیں رہتی۔ (۱۳) اور یہ کتابیں ایسی ہیں کہ انہیں کوئی طاقت اپنی
 مخالفت کرنے کی اور تغیر حالات کے ساتھ موافقت پیدا کر سکی نہیں ہوتی۔

اب قرآن شریف کو دیکھو تو ان علامتوں میں سے کوئی علامت اس میں نہیں پائی جاتی
 لیکن قدرتی اشیاء کے تمام لوازم میں نظام آئے ہیں مثلاً (۱) غلت عانی اسکی پہلی سچ
 ہے کہ فصل بعد چکولی انسان سپر حاطہ نہیں کر سکتا اگر یہ جالی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ قدر
 شریف کی عرض ہدایت ہے لیکن جہاں تک اس میں ذکر کرنے کے لیے جاؤ گے۔ اسے اسرار اور کھات
 ظاہر ہوتے ہیں جانتے۔ اور کہیں اسکا انجام نہ ہوگا۔ تیس سو سال سے علماء اس بات کی شہادت
 دیتے چلے آئے ہیں اور طے بیان اسکا ظاہر ہے کہ ان باتوں کا کبھی اختتام نہ ہوگا۔ (۲)
 اور اسکی نظم میں فیاضی اور کثرت سطح کی پائی جاتی ہے۔ ہر جگہ ہر مینوں کی نظمیں بالکل مختلف
 و فضول معلوم ہوتی ہے۔ ایک ایک حکم کو اتنی اتنی مرتبہ تکرار سے کیا گیا ہے کہ سمجھا جیسے لٹو
 اس تکرار کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے اس اور اسکی نظم نے فائدہ اور اثر کی
 ترتیب ایسی ہے سرور پا ہے کہ انسانی طبیعت اس اثر ہنگ کو اپنی تصنیف میں کبھی پسند اور اختیار
 نہیں کر سکتی۔ نہ اس میں باب اور فصول کی تقسیم ہے۔ غلامین کی مناسبت کا لحاظ ہے۔
 ہر جگہ بحث سے اصرار ہے کسی نئی کا قصد ہے تو وہیں مدفع بہت کا ذکر آ گیا ہے۔ مگر سادگی
 پر مبنی و جود و بار ہی بیان ہوتے ہیں۔ میں وہیں ہر قدر آگیا۔ غرض کہ اسکی ترتیب مناسبتیں ہیں
 میں پائی جاتی۔ (۱۴) اور اس کتاب کے مضمون ایسے نہیں ہیں کہ انکو کسی خاص زمانہ یا خاص
 حالات کے ساتھ ایسی خصوصیت ہو کہ اس زمانہ کے بعد اور ان حالات کے بدلنے پر یہ کتاب بجا
 اور بیکار ہو جائے۔ بلکہ اسکی تعلیم ایسی ہے کہ ہر ایک زمانہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کے ساتھ لگتا

ساعت بگیتی ہے۔ اور نیز جو کتاب اور روح بھی ہے یعنی اپنے وجود کے حاملہ جسم
کی موت اس میں موجود ہے ہر ایک تھوڑے عرصے کے ساتھ ہوا و قوت کر لیتی ہے اور انسان کی

ہر ایک حالت میں اس کے طبق اور اس کے اسلی میں جو مسموم ہوتی ہے۔
یہ باتیں صحت یعنی عسلطانات انسانی کو ہے جان اور مخلوقات انہی کا زہی روح ہوتا
اور زیادہ غور کے قابل ہے جسک یہ بات سمجھیں نہ آئے کہ روح باقوت کیا شے ہے
تب تک قرآن شریف کا زہی روح ہوتا بھی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اب دیکھو کہ ہر ایک شخص
کو اپنے شخصی مشام اس کے اندر جو سہرت و زائعات ملے کے اور اس کے نفس کے بنی نوع کی شہادتوں
سے جو بات معلوم ہوتی ہے کہ اس جہان کے موالید و نکلائے اور اجرام سماوی کے ہر ایک فرد کو
قدرت ہے ایک عارف عطا کی گئی ہے جس کی روح و ہر شخص کی بقا کا انتظام ایک
مقررہ تک اور اس کے اجراء کے نسل کو حاصل ہوتی ہے۔ یہاں سے مگر یہ قاعدہ بھی غیر
ہے کہ بقا کے شخص اور اجراء کے نسل ہر ایک نوع میں پایا جائے۔ بلکہ جن انواع کی پیداوار
کی مداخلت کو اس کے انتظام کی ضرورت نہیں ہوتی ہے انہیں اجراء کے نسل کا قاعدہ کہا
گیا ہے۔ تاکہ انتظام کی ضرورت نہیں کہ روح کا عدم نہ ہو جائے لیکن جن انواع کی
انواع میں اہل سائنس و کیمیا میں ان کے انتظام کی ضرورت ہوتی ہے کہ انسان یا پرند یا
اور بخیر سے ان کے قیام کی موت کو کب تک ہے معلوم نہیں کر سکتا۔ موالید و نکلائے قسم اول میں داخل
ہیں۔ اور زمین آفتاب و کواکب و دیگر اجرام سماوی قسم دوم میں۔ ان کلام میں کسی قوتیں موجود
کی گئی ہیں جو انکی مقررہ تک کے بقا و تھل میں لہر و پھٹی رہتی ہیں۔ مثلاً حیوانات میں قوت
قادر و صمد و اندہ جاذبہ اس کے جو کہ اس کے دیگر و سوا مطلب کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر
آدم تک کے میدان کو سمجھو کہ جس کی واد واد نہیں تولوں کے باعث ان کے بدن پر پانی
ہو جاتا ہے جس سے ان کے وجود کو برقرار رکھیں اور اگر سرد ملک کے
میدان کو سمجھو کہ جس کے واد واد کے سیم کے ہاں جو درخت و کھجور جو جاتے ہیں۔ اس طرح سے سرد
ان کے تھل کے سیم پر پانی سے ان کے تھل کے تھل کے نیچے چربی
اور اس کے سرد و گرم میں اس کے سرد و گرم جو کہ اس کے سرد و گرم کی ہستی میں اس

مگر میں نے اپنے لئے سے عادت جسم کی اپنی حد سے نہیں بڑھنے پاتی۔ علی بن ابی طالب علم
 حیوانات کا نام ہمارے اساتذہ و فیوض کے مطالعہ سے لے کر تکمیل تک حاصل کیا ہے۔
 کیا میں نے خود کو کے لئے سے ظاہر ہوتی ہوئی تمام کچھ پاتی ہیں اور کثرت ہوتی ہیں۔
 لیکن میری معلومات انسانی معلومات میں کسی نہیں پاتی ہاتھیں۔ بلکہ وہ خود میں آتے ہی
 انہیں فنا کے نام میں سرور پہنچاتے ہیں۔ اور خارجی اصول و رسوم کے درجہ کے کچھ
 کا رآہ ہوا کہ اصل بے کار ہو جاتے ہیں۔ یہی طرح سے جب ہم قرآن شریف کا مقابلہ دوسری
 تعلیمات انسانی کے ساتھ کرتے ہیں تو ان میں ایسی روح اور غیرت ہی روح ہونے کا تقاضا
 کرتے ہیں۔ انسانی تعلیمات کو وہ اور جو میں آتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں اور ہوتی
 جاتے ہیں۔ اور اگر شاگردوں کو کسی اور زبان کتاب کا وہ دیکھتے ہیں تو ان کی ایلینڈ و حیرت پایا
 بھی جاتا ہے تو وہ صرف ایسی صورت میں پایا جاتا ہے جسے معرکوں کی سوسیلی کی ہوتی نہیں
 کہیں کہیں مل جاتی ہیں۔ یا عجائب فائنوں میں پڑے قسم کے متحیر یا حیوانات کی دنیا یا مختلف
 عوامل کے لئے ایسا ملے کے ساتھ محفوظ رکھیں ہیں۔ مگر میں غرض کے لئے وہ اشتیاق بالی
 کہیں نہیں اب وہ کام ہرگز نہیں دیکھیں۔ اور ان میں کوئی زندگی کا نشان پائی نہیں ہے۔
 مگر قرآن شریف کا حال ان کے برخلاف ہے۔ وہ جب سے وجود میں آیا ہے تب سے ہمیشہ ہی
 روح کے باعث اپنی حفاظت کرتا رہا ہے۔ اور یہ بہت لوگوں نے اسکو فنا کرنا چاہا اور چاہتے
 ہیں مگر یہ بھی ذاتی قوت سے ان کا مقابلہ کر رہا ہے اور کرتا ہے۔ تمام دنیا کی مشابہت اب وہ
 میں مختلف سرزمینوں میں مختلف قوموں میں اپنی قوت میں قائم کرنا چاہتا ہے اور اسکو
 روح و سے جو ہدایت انسانی مقصود ہے ہر حال میں ظاہر ہو رہی ہے۔ تہذیب و فلاح تدریس
 منزل سیاست و ان کے اصول سب کو سکھاتا ہے۔ علوم و طبعیات اور الہیہ کے سیکھنے کی
 شریک دونوں میں ڈال رہا ہے۔ اور ان دونوں میں ہر ایک کے خواہشمند رہا ہے
 جس حالت میں انسان خواہ جتنی ہو یا مہذب و پھلانی میں ہو یا جاغرت میں۔ اسودگی میں ہو یا افرا
 میں عیب میں ہو یا عیش میں۔ جب رہنمائی کا اس سے سوال کرتا ہے وہ مناسب حالات کے جواب کے
 اس کا اطمینان کرتا ہے اپنے خیر خواہوں اور خیر خواہوں کو غلو غلو اور خواہوں اور سکھوں

کو جبراً اپنی طرف دھرایا ہے۔ مگر یہ کہہ کر کہ تو دین و عقلی دہم و فیوضی دین ہے تو کہیں
 میں آج تک اس طرح سے دین و ایمان میں تو میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ جو کہ جس کے دین و ایمان
 کتاب میں ہے اگر اس میں یہی خدا کی کلام کی سیقت ہو گئے۔ یہ سب نسبت دوسرے دین
 نسبت انسان کے، ان کا تمام زیادہ رہا ہے۔ لیکن اصل طور پر یہ کہ وہ ان کو قرآن سے کچھ ہی
 نسبت نہیں ہے۔ لیکن یہ تعین عقائد کے باعث سے انکی مخالفت کرتے ہیں۔ چلتے چلتے آئے
 میں لیکن بے جان شے کی مخالفت کہنا تنک ہو سکتی ہے۔ پچھلے ہی کو بھنوں میں
 لکھا ہے کہ گنہگاروں کو معاف کرو۔ انتظام مت لو کہل کا فکرت مت کرو۔ اگرچہ کوئی
 فرقہ عیسائی قوم کا ان احکام پر عمل کرے تو ان کا وجود جہاں میں یہ کہنا ہے بہر حال نہیں۔
 عیسائی گورنمنٹوں کے اصول سیاست میں یہی ہے کہ عیسائی کو عیسائی کو ترجیح دے رہے ہیں۔ یہ
 اور دیکھو یہ لاکھ عمل ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اور اگر کچھ ہوتا ہے تو انہیں قواعد کا ہوا ان کتابوں میں
 وہ قرآن میں مشترک ہیں یا کچھ سی طریق عبادت وغیرہ کے رہ گئے ہیں مگر ان کا بھی مذہب
 تنزل نظر آتا ہے۔ اگر وہ ہندو مذہب والوں کی لئے اور بھی ظاہر میں ہیں ہے لیکن اصل میں
 دیکھو تو یہ کہ تعلیم کا یا کل تنزل نظر آتا ہے۔ تو یہ کہ مسئلہ چہ لاکھوں ہندو یہ ہوا یا کہ یہ
 ہو رہے ہیں۔ کہاں سے کیا گیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ قرآن کے سوا کسی
 دوسری کتاب کے لئے کو تو یہ کہہ لاتی ہے اور شرک سے نفرت دلائی ہے۔ حقیقت میں قرآن
 کے ان کے دلوں پر اثر کیا ہے اور کرتا جاتا ہے کہ وہ لوگ اب قومی کے لحاظ سے اس بات کا
 اقرار کریں۔ تو یہ کہ سنیں جو پرانے مذہب کا بڑا اور چلا پیشوا ہوا ہے اس کے مخالف علیاً
 ہی اس کو ہی طعن کرتے تھے کہ یہ شخص مسلمانوں کی پیروی کرتا ہے۔

فرض قرآن ہی آج ایسی کتاب دینی ہے اس زمانے میں جو وہ ہے جو کہی ٹکسان
 کے یہی باشندہ سپر ایسی طاقت ہے کہ کوئی ہے کہ یہی امریکہ والوں کے دلوں کو اپنی طرف پھیرتی
 کہ یہی از قیہ میں اپنی حیات کا ثبوت دیتی ہے کہ یہی چین و بنگلہ دیش کی طرف رجوع کرتی ہے۔ سیاست
 ناموں اور تار بیکھل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل دنیا میں صرف دو مذہب ترقی کر رہے
 ہیں۔ اسلام اور عیسائیت۔ لیکن ایک بڑے ساحل پاکستان کے پادری کا قول مسٹر کوٹلیک

ایسی کتاب لکھنا کہ اسلام میں نقل کرتے ہیں جبکہ غلام ہے کہ نسبت عیسائی مذہب کے
اسلام زیادہ پھیلنا چاہتا ہے اور جو شخص اسلام کو قبول کرتا ہے وہ اسکو پھر جہنم نامہیں
دیا جاتا ہے کہ جو شخص اکثر دیکھ سلسلے میں رہتا ہے وہ عیسائی مذہب کی تعلیم دیتا
ہو کر کے دیکھ اسلام قبول کر کے لے تیار کرتی جاتی ہے اب جو کہ عیسائی مذہب جو دنیا کی
نسبت اور دولت کے لحاظ سے تمام اقوام سے اعلیٰ درجہ پر ہے اور اسے مذہب کی شاعت پر
نبات سرگرم ہے وہ بھی شاعت میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو وہ اس کو نہ مذہب
دیکھ دھوکے کر سکتا ہے تو ان کے مطالعے کے علاوہ کوئی اور کوئی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو
قادر مطلق نے انسان کے لئے کوئی دنیا بنا رکھی ہے وہی علیم و حکیم نے غفلت انسانی کے مطابق یہ دنیا
کلام آجی ہے اس میں مذہب کی نسبت کو بہت سے مسائل اس کلام کا دلوں پر ہوتا ہے ایسا کہی
دوسری کلام کا نہیں ہو سکتا۔

غلام اور نبی اس نظر سے کہ ہے کہ قرآن ہی روح کلام ہے اور کوئی کلام
ذی روح حیوان میں موجود نہیں ہے اور نہ انسانی کلام ذی روح ہو سکتا ہے

پہلا مقدمہ دلیل کا یہ تھا کہ قرآن کی مانند کلام انسان نہیں بنا سکتا جو مختصر طبع پر
نقلا اور عقلاً ثابت کر دیا گیا ہے اب دوسرا مقدمہ ثابت کرنا باقی رہا یعنی صلیح کی کلام
انسان نہ بنا سکے رہا کی کلام ہے۔

بکے ثبوت میں ہی زیادہ طول لینے کی ضرورت نہیں بلکہ چونکہ مخلوقات میں سوا انسان
کے ہم کسی مخلوق کو ایسی مستحکم نہیں جانتے۔ اور قہاری طور پر فرشتے اور جنات کو بھی مستحکم مخلوق
منا لکھا جاتا ہے لیکن فرشتے اعتقاد طوائف و مخلوق کے درمیان وساطت کی طرح مانے جاتے
ہیں۔ ان کی کوئی مخلوق یا مصنوع مستقل تسلیم نہیں کیا جاتا۔ باقی ہے جنات اگر ان کو انسان
کی طرح سے ایک علیحدہ مخلوق نہ کہتے بالشرائع اور مستحکم اور فاعل تسلیم ہی کر لیا جائے
تو ان کی مصنوعات اور ان کی کلام بھی ان کے ابدان کی طرح سے ہم سے مخفی رہتی ہوں گے۔
اس واسطے ہم ان کی مصنوعات کو پہچان نہیں سکتے اور اسی لئے معقول طریق سے کسی مثل
کو ان کی طیف منسوب نہیں کر سکتے ہیں۔ اس واسطے جو موجود شے انسان کی طاقت سے باہر

حدیثوں میں اسے جانتے ہیں زبان بھی دونوں کی بالکل عرب کے ایک خاص حصہ
 حجاز کی ہے۔ لیکن حدیث نبوی اور قرآن کی آیات کی عبارت میں اور ان کی نظم میں
 اتنا بڑا تفاوت ہے کوئی عربی دان ان کا مقابلہ کر کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دونوں حدیثیں
 ایک شخص کی ہو سکتی ہیں۔ ان کا طرز کلام اور طرز تحریر کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا اور
 مقابلہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کبھی قرآن کی ایک سطر بھی نہیں اپنی حیاتی جس کے
 مشابہ کسی حدیث کی عبارت ہو اگر یہ نصف مخالف کی نظر میں قرآن کو کلام آجی ثابت کرنے
 کے واسطے قطعاً دلیل معلوم نہ ہو تو بھی اس کو کتنی بڑی حیرانی میں ڈالنے والا ہے کہ ایک
 کتاب عربی میں اس طرح کی پائی جاتی ہے کہ اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی کسی عربی مصنف
 کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اگر وہ کلام بے معنی ہے تو ایسا اور کلام کی فصاحت
 اور بلاغت کی خوبیوں سے محروم ہوتا تو اس کی کسی پاگل یا کتنی نادانہ زبان کا کلام خیال کر لیا
 جاتا مگر باوجود ان کے طرز کے فائدوں اور خوبیوں میں ہر ایک دوسری کلام سے برتر ہے
 کیا یہ صفات کسی انسانی کلام میں پائی جاسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں

علوم طبیعیہ کے مطالعہ کرتے والوں پر یہ امر عیاں ہے کہ قدرتی موجودات میں جس قدر غور
 اور تامل کئے جائیں اسی قدر ان کے حالات کا علم کشف ہوتا پیدا جاتا ہے اور بہت سی
 طبیعیہ جیسے بھی علوم ہوتے ہیں کہ آج تک ان کا علم باوجود جدید جہد کے کسی کو حاصل نہیں ہوا
 مگر امید ہوتی ہے کہ آئندہ کو کسی زمانہ میں حاصل ہو جائے گی اور بہت سا نیا ایسے بھی علوم
 ہوتے ہیں کہ ان کو ناقابل انکشاف خیال کیا جاتا ہے اور یہی لیے بہت حکماء نے ان
 کی جست و جو میں عقل کے گھوڑے بہت دور سے مگر آخر کو قحط کر مجبور ہو گئے اور یہ

نوٹ۔ مثلاً جسم حیوانات میں جو خون سیال ہے نہ کہ جسم میں سیال اور دایرہ ستارے گروہوں
 سے نکلنے ہی جم جاتا ہے۔ اس کی ٹھیک و جہاں تک معلوم نہیں ہوں یا حیوانات کے معدے سے
 جو ایک تیزاب پیدا ہوتا ہے وہ گوشت کو حل کر دیتا ہے بلکہ نہ وہ انور بھی کسی حیوان کے معدے میں
 کھو دیتا ہے تو حل ہو جاتا ہے مگر وہ تیزاب جس معدے سے پیدا ہوتا ہے تاہم حیات اس پر کچھ
 اثر نہیں کرتا۔ اسی طرح نباتات اور حیوانات کے بعض اعضا کا کچھ فاسد سمجھیں یہ نہیں آتا۔ بعض

خیال کریں کہ ان باتوں کا جو نام انسانی عقل سے بہرہ مند کوئی نہیں جانتا کہ قوت اتصالی
کیا ہے جو انکشاف عیدم پر کس طرح اثر کرتی ہے۔ علت معلول میں کس طرح اثر کرتی ہے
ابتداء کسی نوع کی کس طرح سے ہوتی ہے۔

یہی طرح سے خود جزا اور تجزیہ اور تیز و لا کے ثبوت و عدم ثبوت کا کچھ نہ نہیں لگتا۔ یہی طرح
دست سے ہی باتیں ہیں کہ انسان کی عقل ان چیز کا علم نہیں کرتی۔ تو ان شریعت سے بھی
سہجائی جاتی ہیں یعنی اس سے بہت مسائل تو بکے جیتے ہیں۔ اس سے دفاع بھی نہیں
ہوتے۔ چلے جاتے ہیں۔ مگر ان میں بہت باتیں ایسی ہیں کہ وہ آج تک کسی کی نگاہ میں نہ آئیں
یہ جنات کی حقیقت اور ان مقلدات کی غرض وغیرہ اور بہت باتیں ان میں بھی
ایسی ہیں جو ہم تک نہیں پہنچے۔ اس کی حقیقت معلوم کی کیفیت مشربہ ہوتی

بیت وغیرہ۔

یہاں تک کہ پہلے شطرنج اور عقول دلیل سے جس کو انسانی عقل اور معلوم طبیعت
کا مطالعہ کرنے والا کچھ سکتا ہے۔ بیان کی گئی ہے اور ظاہر بنیادوں کے واسطے بھی جو قدر و قدر
سے غور کریں یہ دلیل برہان قاطع معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ان میں صرف ظاہر ہی ملتا ہے
اسے بھول کے سراغ لگانے کا جو عام عقلی قاعدہ ہے استعمال کیا گیا ہے۔ اگر اس کے باطنی ہلال
پر غور کیا جائے تو اس سے صد بار زیادہ اطمینان دے دے۔ دلائل معلوم ہو سکتے ہیں کہ
جب تک انسان تعصب اور بے پردہی سے علیحدہ ہو کر عین حقیقت کی طرح سے انصاف کے
ساتھ اس میں غور نہ کریں وہ اسرار میں پیکشوف نہیں ہو سکتے۔ تاہم تمام حقیقت کی انکا
سے کسی قدر باطنی دلائل کا بیان کروینا بھی ہمیں موقع پر مناسب معلوم ہوتا
ہے۔

تمام لوازم کا اصل اس ہلال تھا پر حد میں کی صفات کے بیان لانا اور اس کی عبادت
کرنا انہوں سے بچنا اور بنیاد کو رومی اختیار کرنا ہے اور انسان اپنی خلقت میں ایسا بنایا
گیا ہے کہ ان تمام باتوں کا پیغام معلوم ہوتا ہے اس لئے تو تمام جہاں میں ہر ایک
انسانی نفسی غریب کا پابند ہوتا ہے اسی خدا کی تلاش میں کوئی اجرام عقلی کو کوئی

اجرام معلوم کوئی عالم روح کے فرضی شفا کو معبود بنا کر اس پر ایمان لے آتا ہے اس کی
 عبادت کسی کسی صورت میں شروع کر دیتا ہے اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے
 اور اس کی مرضی پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اگر انسانی عقل ان امور کے صداقت کرنے کے
 لئے کافی ہوئی تو جس طرح سے تمام مہذبوں میں اتفاق بات کر لی گئی
 جاتی ہے ان میں بھی اسی طرح سے اتفاق رہا ہے۔ لیکن جب یہ بات اللہ پر نہیں
 آئی تو معلوم ہوا کہ انسانی عقل ان کے کھنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ مگر جو جنت پر
 انسانی فطرت میں ڈالی گئی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے قادر مطلق نے کوئی عمل
 بھی ضرورت کی ہے چنانچہ صیغہ قدرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو
 کے پورا کرتے کئے لئے دو قاعدے متعین ہیں ایک تو قدرت سے کوئی سامان نہ لے سکے
 ہوتا ہے اور دوسرے اس کی عقل اس کو محدودیتی ہے ان دو کے سوا اور کوئی صورت اس کی
 حاجت روائی کی معلوم نہیں جاتی اور جب معلوم ہو گیا کہ یہی معادلات حاصل کرنے کے
 لئے اس کی عقل کافی نہیں ہے تو لازم آیا کہ قدرتی طور پر اس معاملہ میں اس کی حاجت روائی
 کی جانی چاہئے اور بشمول تمام مذاہب قدرتی مدد اس تعلیم کے لئے سوا الہام آتی کے
 اور کوئی نہیں ہے اسی الہام کا فیض کسی کو بلا واسطہ اور کسی کو بلا واسطہ ہوتا ہے۔

جب یہ بات تسلیم کی گئی کہ مذہب کا علم غیر الہام آتی کے مرد کے کسی کو حاصل نہیں ہوتا
 تو جو مذہب اکمل اور اتم طریق سے پیاروں امور فیزیکی کو جو اچھے بیان ہوئے ہیں انھیں سے تو
 وہ مذہب خالص خدا کی طرف سے الہام کے ذریعے سے آیا ہوا یقین کرنا چاہئے۔

اب ہم چند نظریں قرآن کی تعلیم کی پیش کردہ اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن
 میں قرآن سے بہتر تعلیم دینے والی کوئی کتاب جہاں میں نہیں ہے اور اسی لئے قرآن خدا
 کی خالص الہامی کتاب ہے۔ پہلا مسئلہ مذہب کا خدا کی بات اور صفات کے وجود پر
 لانا ہے۔ قرآن اسباب میں فرماتا ہے کہ خدا موجود ہے واحد ہے قادر مطلق ہے۔
 عالم الغیب ہے۔ ازل سے۔ ابدی ہے۔ جم ہے۔ عادل ہے اور اس کے
 داند کوئی شے نہیں۔

اگر یہ تمام باتیں صرف الہام سے کسی کے دل پر انوار کی جانیں تو علم شخص شاید
 مجبوراً ماننا کر دوسرے نبی نوح کی ہدایت کے لیے یہ طریق کافی نہ ہوتا کیوں کہ انسان عقلاً
 ایسا بنایا گیا ہے کہ جو بات دوسروں سے مستند ہے اس کا ثبوت اور دلیل بھی چاہتا ہے
 گو بعض شخص خاص ایمان اور اعتقاد کے لیے پختہ ہوتے ہیں کہ اپنے مقتدا کے قول کو بلا دلیل
 بھی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن جب کسی شخص کی بات ماننے کی دلیل نہ ملے تب تک اس کو مقتدا
 بھی ہر ایک شخص نہیں مان سکتا پھر اس کے قول کو کس طرح سے مانے بلکہ عام قاعدہ یہ
 ہے کہ جس شخص کی راست گوئی کے بہت نظائر و دلائل مل جائیں تب اس پر ایسا اعتقاد
 ہو جاتا ہے کہ آئندہ کو اس کا قول بلا دلیل بھی مانا پڑتا ہے۔ قرآن نے اس لئے اپنے
 دعووں کو بلا دلیل بیان نہیں کیا اور دلائل بھی ایسے بیان کئے۔ کہ جن کو انسان اپنی
 فطرت و طبیعت سے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

اگر کسی کو یہاں یہ شک پیدا ہو کہ جب مذہبی امور سمجھنے کے لیے دلائل بھی موجود تھے
 جن کو آدمی سمجھ سکتا ہے پھر الہام کی کیا ضرورت رہی تو ذرا غور کرنے سے یہ شک رفع ہو جاتا
 ہے کیوں کہ جب ہم بہت سے محسوسات کے وجود و خواص سے ناواقف ہوتے ہیں
 لیکن جب کسی طرح ایک مرتبہ اس کا پتہ لگ جاتا ہے تب اس کے دلائل ہم کو ملتے چلتے جاتے
 ہیں مگر پہلے سے وہ دلائل رہ نہائی کے لیے کارآمد نہیں ہوتے مثلاً جسم حیوان کا
 دوران خون جس کے سمجھنے پر بہت سی باتوں کی تشخیص اور علاج مرقوفت کھانا پینا اور اس کا
 ہر اہل افلاطون و ارسطون جالینوس وغیرہ کو مگر جب مارکرمی صاحب نے اس امر کو معلوم کیا
 تو اس کے دلائل ایسے واضح و خود بخود سمجھ میں آئے کہ اب حیرانی ہوتی ہے کہ پہلے سے
 بڑے بڑے طبیبوں کو اس کی کوئی افہام نہ ہوئی عام قصد کرنے والے بھی اس حقیقت
 کو جان سکتے تھے مگر طبیعات کی معلومات جب مثال ہوں کسی اتفاق سے یا عقل کے
 ذریعے سے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ البتہ مذہبی حقایق کا سچا علم بغیر الہام کی مدد کے حاصل
 نہیں ہو سکتا۔

غرض کی ذات و عنایت کی تفتیش جو انسان کی فطرت میں پڑی ہوئی تھی الہام

ذریعے سے اس کی تعلیم کچھ نہ کچھ تو مدت سے ہوتی رہی ہے۔ اور حکماء نے بھی جہاں تک
 ان سے ہو سکا ان الہامی صداقتوں کے ثبوت کوئے میں شیعی کو ششہیں کی میں بہت
 دلائل مملوہ کئے اور لوگوں کو بتلائے لیکن آج ان تمام الہامی تعلیموں سے اس کی تعلیم
 اٹھنے اور جب کی ہے اور تمام حکماء کے دلائل میں ہے جو بے کا ضعیف اور غیر صحیح دلائل
 ہیں ان کا قرآن میں بالکل کہیں تذکرہ نہیں مگر جو صحیح یا کسی قد ناقص ہیں ان کو واضح
 اور کامل طور پر بیان کیا ہے اور بہت کچھ ان سے بڑھ کر سکھایا ہے۔

اول یہاں پر چند آیات کا ترجمہ جو ثبوت وجود باری اور اس کی صفات سے
 متعلق ہے لکھا جاتا ہے بعد اس کے طریق استدلال بیان کیا جائے گا۔

”اور حیووتہارا ایک مہود ہے کوئی مہود نہی نہی بجز اس مہران بخشنے والے کے
 بے شک آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے اختلاف میں اور کشتی
 میں جو لے جاتی ہے وہاں میں لوگوں کے فائدے کے سامان اور اس پانی میں جو اٹھتا
 ہے اور آسمان سے جس سے سرسبز کرتا ہے زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد
 اور پیدا کئے اس میں جسم کے جانور اور ہواؤں کے چلنے میں اور آسمان اور
 زمین کے درمیان مسخر ہوتا ہے نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے اور بعض لوگوں
 میں سے وہ شخص ہیں جو بناتے ہیں خدا کے سوا شریک اور محبت رکھتے ہیں ان سے
 جیسے خدا سے محبت رکھتی چاہئے اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ محبت
 خدا کی رکھتی ہیں۔ سورہ بقرہ۔“

”التمہ ہے جس نے بلند کیا ہے اجرام علوی کو نیچے سے ستاروں کے جن کو تم دیکھتے
 ہو پھر قایم ہوا وہ عرش پر اور سنو کیا اس نے آفتاب کو اور ماہتاب کو ہر ایک ان میں سے
 ایک مدت معین تک جاری رہے گا تدبیر کرتا ہے وہ امر کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں تاکہ
 تم خدا سے ملنے پر یقین کرو۔ اور خدا وہ ہے جس نے زمین کو بچھایا اور اس میں بہاؤ اور
 دریا بنائے اور ہر ایک پھل کی اس میں دو قسمیں بنائیں رات دن کو ڈھک لیتی ہے
 بے شک اس میں نشانیاں ہیں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے اور زمین میں رقبات

ہیں پاس پاس اور باغ میں لگے درختوں کے اور کھیتوں اور کھجوروں کے درخت کے ہونے
اور اکیلے اکیلے جو ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ہم بعض کو بعض
پر ذائقہ میں فصیلت دیتے ہیں اس میں بے شک نشانیاں ہیں دلہنشاہدوں کے

پئے ۔ سورہ رعد ۔

”نشان ہے وہ زندہ کو مردے سے اور نکات ہے مردہ کو زندہ سے کہ زندہ کرتا ہے
نشان ہے وہ زندہ ہونے کے بعد اور وہی طرح سے تم بھی نکالے جاؤ گے اور اس
دو زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد اور وہی طرح سے تم بھی نکالے جاؤ گے اور اس
کی نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر تم جو گئے ناگہان انسان جلتے
پھرتے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ پیدا کئے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جو تمہارے
نما کے آرام پاؤ تم ان کے ساتھ اور پیدا کی تمہیں باہم دوستی اور مہربانی بے شک اس
میں نشانیاں ہیں فکر کرنے والوں کے یہ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا ہونے
آسمان اور زمین کی اور اختلاف تمہاری زبانوں اور رنگوں کا بے شک اس میں نشانیاں ہیں
عالموں کے لیے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے سونا تمہارا رات اور دن کا اور روزی
آتش کرنی تمہاری اس کے فضل سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں شے دانے لوگوں
کے لیے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ دکھلاتا ہے تم کو بھلی خوف اور امید کے لیے اور
آمارتا ہے اوپر سے پانی پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو اس کے درختوں کے بعد بے شک
اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے قائم رہنا آسمان
اور زمین کا اس کے حکم سے پھر جس وقت ہلا دے وہ تم کو ایک بار زمین سے تم ناگہان نکل آؤ گے
اور اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اس کے فرمان بردار ہیں اور وہ خدا ہی
ہے جو پیدا کرتا ہے اول یا خلقت کو اور پھر پیدا کرے گا اس کو اور یہ کھلا اس پرست آسمان پر
اور اس کی صفت بلند ہے آسمان اور زمین میں اور وہ بزرگست حکمت والا ہے ۔

سورہ رعد ۔

”اور وہ خدا ہے جس نے پیدا کی تمہاری جماعت ۔ مینالی ۔ اور اول تم کو شکر
کرتے ہو ۔ اور وہ خدا ہے جس نے پیدا کیا تمہاری زمین میں اور اسی کی طرف اٹھے ہو کر جاؤ گے

اور دھڑ دھڑ کرتا ہے اور آتا ہے اور وہی رات اور دن یہ لکھتے کیا تم نہیں
 سمجھتے کہ گناہوں نے جیسے پہلوں نے کہا تھا۔ انہوں نے کہا جیب ہم دھڑکتے اور
 جیبوں جو گئے کیا ہم اٹھا سے جانیں گے؟ بیشک وعدہ ہم کو دیا گیا اور ہمارے اپنے اول
 کو پہلے دیا گیا تھا۔ کچھ بھی نہیں یہ تو افسوس ہے جس پہلے لوگوں کے کہ کس کی ہے زمین اور
 جو کچھ ہم نے دیا وہاں اگر ہم کو معلوم ہو جانتے کہیں گے اللہ کی ہے تو کہہ کہ ہم نے جنت میں
 راستے کو کون ہے سب ساتوں آسمانوں کا اور بڑے عرش کا کہیں گے۔ شد ہے کہ چہ تم کیوں نہیں
 ڈرتے۔ کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر شے کی اور وہ چاہے دینا ہے اور اس سے
 کوئی پناہ نہیں دیا جائے اگر تم جانتے ہو کہیں گے اللہ ہے کہ چہ تم کیوں ملج وعدہ کا کھاتے ہو بلکہ ہم
 ان کے پاس بھی بات دے رہے ہیں مگر وہ نہ سمجھتے ہیں یہ خدا کے کوئی پناہ یا بچا ہے اور اس کے
 ساتھ کوئی معبود ہے۔ اگر آپ ہوتا تو ہر ایک معبود اپنی پیدائش کو الگ سے جانتا اور ایک دوسرے
 پر غائب کرتے۔ جانتے والے ہے وہ نائب اور نائب بیکار ہیں اور ترے اور ترک کے معبودوں۔
 کیا کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور آسمان اور پست پانی اور پھر آسمان کے اس سے باخ
 وانی دے تم کو یہ طاقت نہیں کہ تم آسمانوں کے دیوتا کوئی معبود ہے خدا کے ساتھ؟
 بلکہ وہ ایک جماعت ہیں کہ بے راہ مچے ہیں آگاہی نے جابا زمین کو قرار گاہ اور بنائیں انہیں
 نہیں اور بنائے ان پر چھاؤں کیا وہ مسند۔ دل میں یہ وہ کی کوئی معبود ہے خدا کے ساتھ بلکہ
 ان میں نہیں سمجھتے کیا کون ہے جو قبول کرتا ہے بیقراری کی دعا کہ جب وہ پکارا ہے اس کو وہ ان کی
 سختی دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں خلیفہ جانتا ہے کیا کوئی معبود ہے خدا کے ساتھ کہ لوگ صیحت
 پاتے ہیں۔ آیا کون رہائی کرتا ہے تم کو جنگوں اور سمندروں کی تاریکیوں میں اور پھینکتا ہے ہوا
 تو شجرہ دینے کے لیے باران رحمت سے پہلے کیا کوئی معبود ہے خدا کے ساتھ۔ اللہ جانتا ہے
 ان لوگوں کے شریک بنانے سے آیا کون اول یا آخر ہے اور پھر دوبارہ پیدا کرتا ہے اور کون
 تم کو زندہ دیتا ہے آسمان اور زمین سے کیا کوئی معبود ہے خدا کے ساتھ تا وہ دلیل اپنی ہا اگر تم ہے
 ہوا۔ سورہ نمل -

اور اس کے ملک میں ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں اور جو ہر کے نزدیک ہیں کشتی میں کرتے

میں اُس کی بندگی کرنے سے اور نہ بھگتے ہیں۔ پاکی بیان کرتے ہیں۔ اے انسان! یہ سن کر کہتے۔ کیا اُنہوں نے منکر کر کے سجدہ نہیں کیا ہے کہ وہ پیدا کریں گے اگر کوئی معبود ہوتے تو میں آسمان میں خدا کے سوا تو بے شک وہ وہ نہیں بتا رہے ہوتے۔ ہیں پاک ہے اللہ تعالیٰ کا ملک اُن چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ خدا ہمیں پوچھا جائے گا اُن باتوں سے جو وہ کہتے ہیں اور وہ لوگ سوال کئے جائیں گے۔ کیا اُنہوں نے بتا ہے ہیں خدا کے سوا معبود کو بلا وہ دلیل اپنی بھی جو کہیں لوگوں کو کہے جو میرے ساتھ ہیں اور نہ کہیں لوگوں کا جو مجھ سے پہلے تھے۔ بلکہ اکثر اُن میں سے نہیں ملے تھے حق کو ہیں وہ مونہ پھیرتے ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول مگر یہی دعویٰ کرتے تھے اُن کو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو اور کہنا اُنہوں نے کہ خدا نے اپنا بیٹا بنایا ہے پاک ہے وہ بلکہ وہ لوگ بندے میں عزت اور بے بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اُس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اور جانتا ہے جو کچھ اُن کے اچھے پچھلے عمل میں اور شفاعت نہیں کرتے وہ کسی کی گمراہی کی جس سے خدا راہی ہوا وہ وہ خود اُن کے خوف سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی اُن میں سے کہے کہ بے شک میں معبود ہوں خدا کے سوا پس اُن کو منسوب ہو گئے ہم دوزخ میں اسی طرح سے ہم ظالموں کو منسوب کیا کرتے ہیں۔ سورہ انبیاء۔

تھوڑی آیتیں اس قسم کی نمونہ کے طور پر بیان بھی گئی ہیں اس طرح کی اور بہت آیتیں قرآن میں موجود ہیں جن میں صلیف قوت کے اوراق کھول کھول کر انسان کو دکھایا ہے اور بتلایا ہے کہ نشانیاں میں ہمارے ذات کے وجود کی اور صفات کی لیکن طرہ بیان قرآن کا اُن کے بیان کے مشابہ نہیں ہے اس لئے کہ اُن کو ہر ایک شخص فوراً مطلب کہ نہیں پہنچ سکتا جیسے کھانا یا کپڑا انسان کا بنایا ہوا ہے انسان کے کارآمد ہو جاتا ہے ایسی قدرتی اشیاء کم ہیں جو بغیر تامل اور عمل کے کارآمد ہو جائیں اگر انسانی طریق پر اُس کا بیان ہوتا تو وہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے لیے کارآمد نہ ہوتا کیوں کہ انسانی طریق استدلال میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے مگر یہ بیان ایسا ہے کہ غور و تامل کرنے والوں کے لیے ہر ایک ملک اور ہر ایک

انہیں ثابت کر سکتا ہے اب چونکہ قرآن نے موجودات عالم پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے اور بتلایا ہے کہ ان میں غور کرنے سے خدا کے وجود اور صفات کی نشانیاں ملتی ہیں اس لئے اس موقع پر پہلے علوم طبیعیہ اور ریاضیہ کے چند مسائل بیان کر کے بتلایا جائے گا کہ موجودات عالم میں غور کرنے سے کس طرح خدا کی ذات و صفات پر یقین ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف کے مسائل کس طرح سے یقین اور اطمینان دے سکتے ہیں لیکن اس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ یہ دلائل عالمانہ غور و تامل کے بغیر فائدہ نہیں دیتے بلکہ ہر ایک شخص کے لئے کو فائدہ بخشے ہیں صرف ان کو اپنی اپنی طاقت کے موافق غور کرنے کی توجہ ہے مگر زمانہ حال میں تامل کرنے کا طریق جیسا کچھ بدل گیا ہے اور ترقی کر گیا ہے اس کے موافق امتحان کرنے سے بھی یہ دلائل غایت درجہ صمیم معلوم ہوتے ہیں۔ لفظ کائنات جس کا ترجمہ آسمان کیا جاتا ہے لغت میں کس معنی بلندی کے ہیں اور عورت میں یہ نیچے ٹھیک کا جو نیا لفظ نظر آتا ہے اس کو بھی سمجھتے ہیں مگر قرآن میں یہ لفظ کئی معنیوں میں استعمال ہوا ہے کہیں اس سے جہرام ظہوری مراد ہیں کہیں ابر کہیں صرف بلندی کہیں عرفی آسمان اور کہیں جو کچھ زمین سے اوپر ہے وہ سب مراد ہے علماء اور حکما نے جو آسمان اور زمین میں غور کر کے علوم حاصل کئے ہیں ان سب کا اکٹھا تو ممکن نہیں اور ان کے لکھنے کی یہاں ضرورت بھی نہیں بلکہ ان میں چند اصول اور مسائل بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ظاہر ہو کہ یہ علوم قرآن کی دلائل کو کتنا زیادہ واضح اور قطعی ثابت کرتے ہیں۔

زمین آفتاب مہتاب اور بہت سی ستاروں اور ثوابت پر تو لوگ مدت سے غور کرتے چلے آئے ہیں۔ رہستوں کے اختلافات سمجھوں کی تبدیلیاں بارش کسوف خسوف وغیرہ حالات بھی زمانہ قدیم سے ظاہر ہو گئے تھے ان تعلیمات کے قواعد اور قواعد بھی کسی نہ تو وحشی لوگوں کو بھی معلوم تھے کیوں کہ ان میں کی بہت باتیں تو عام فہم اور مشاہدہ اور تجربہ سے بھی معلوم ہو سکتی تھیں لیکن زمانہ زیادہ گزرا تاں پہلی معلومات کی تحقیق اور تصحیح اور جدید معلومات کی تحصیل ہوتی گئی یہاں تک کہ اب زمانہ حال کی معلومات کو زمانہ قدیم کی معلومات سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو زمین اور آسمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہے آئندہ خدا جانتا ہے کہ انسانی علوم میں کیسے کچھ

انقلاب واقع ہوں گے۔

اس وقت علوم طبیعیہ اور ریاضیہ کی محققہ صداقتوں میں سے بڑی صداقت یہ ہے کہ کل
اجسام میں کیا ملوی کی سطحی کشش کی طاقت ہے اور جس جسم کا مادہ زیادہ ہے اس کی طاقت
کشش بھی بقدر زیادتی مادہ کے زیادہ ہے اور جتنا مادہ کم ہے اسی قدر طاقت کشش بھی کم ہے
اور بعد اجسام یہ بھی طاقت کشش کی صفت اور شدت منحصر ہے یعنی دو جسم جس قدر باہم زیادہ
قریب ہوں گے اسی قدر طاقت کشش دونوں طرف سے زیادہ ہوگی اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک
معدن فاصلے پر دو جسموں میں جس قدر کشش ہوگی اگر فاصلہ کو دو چند کر دیا جائے تو کشش چوتھائی
ہو جائے گی اور فاصلہ سہ چہرہ کر دیا جائے تو کشش نواں حصہ رہ جائے گی۔ اور جب فاصلہ چار
چند کر دیا جائے تو کشش سو اسیواں حصہ رہ جائے گی۔ غرض ہر جہ کے حساب سے فاصلہ کے بڑھنے
پر کشش گنتی جاتی ہے اور فاصلہ کے کم ہونے پر طاقت کشش کی بڑھ جاتی ہے یہ قاعدہ
موضعی قیاسی نہیں بلکہ مختلف طرح کے تجربوں سے درجہ یقین کو پہنچ گئے ہیں۔
دوسری خاصیت مادے کی قابلیت حرکت و سکون ہے یعنی اجسام کی ذات کو نہ حرکت
لانے ہے نہ سکون اگر کوئی خارجی طاقت اس کو ایک دفعہ حرکت دیوے تو یہ ہمیشہ سیدھے خط
مستقیم میں حرکت کرتا ہوا چلا جائے گا جب تک کوئی خارجی طاقت اس کو ساکن نہ کرے اور جب
ساکن ہو جائے تو حرکت نہ کرے گا جب تک کوئی خارجی طاقت اس کو حرکت نہ دے اس
نظام شمسی کے عالم میں جس میں بین آفتاب ماہتاب زحل عطارد مریخ زہرہ مشتری وغیرہ بہت
سیدھے شامل ہیں آفتاب سب سے بڑا ہے اس لیے اس کی کشش بھی سب سے زیادہ
ہے اور باقی سیاروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اگرچہ باقی سیارے بھی اپنے اپنے حجم کے موافق
آفتاب کو اپنی طرف کھینچتے ہیں لیکن آفتاب سے بہت بڑے ہونے کے سبب کشش میں
غالب رہتا ہے۔ جب دو خائیشیں جسم کی یعنی کشش اور قابلیت حرکت و سکون سمجھو تو نہیں
غالب رہتا ہے۔ اگرچہ آفتاب درہائی سیاروں کو مناسب فاصلہ پر رکھ کر ان کے خائیش سے ایک
تو قیاس کیا گیا کہ آفتاب درہائی سیاروں کو مناسب فاصلہ پر رکھ کر ان کے خائیش سے ایک
مرتبہ سیاروں کو حرکت دے دے اور چوں کہ جسم کی یہ خاصیت ہے کہ جب ایک مرتبہ اس کے
حرکت دینے کی جگہ سے تو بغیر ساکن کرے گا ساکن نہیں ہوتا بلکہ خط مستقیم میں حرکت کرتا

ہوا چلا جاتا ہے اور اگر کوئی شے خط مستقیم میں حرکت کرنے سے روکے تو وہ اس کی حرکت کرنے
 لگے جاتا ہے جیسے ایک سی کے سرے میں ایک تھک کو باندھ کر ماتھ میں لٹکا میں اور پھر اس تھک
 کو وہ اس کی حرکت میں تو تھک سیدھی ہی حرکت کرنی چاہئے گا۔ لیکن چونکہ وہ تھک جس سی میں بند
 ہوا ہے اس میں دوسرا سرانہ میں پکڑا ہوا ہے اس لیے سیدھا تو جانا نہیں سکتا اس واسطے اس کے
 گرد و گول حرکت کرنے لگے گا۔ اگر اٹنا سے حرکت میں وہ تھک کھل جائے یا وہی ٹوٹ جائے تو
 پھر تھک سیدھا حرکت کرے ہوا چلا جائے گا اسی طرح جب سیاروں کو حرکت ہونی تو انہوں نے سیدھا
 جانا چاہا مگر آفتاب کی کشش نے ان کو روک دیا ہے۔ اس لیے آفتاب کے گرد حرکت کرنے لگے
 یہاں تک تو قیاس تھا جس کے ثبوت کے واسطے بہت دہائیوں کی ضرورت تھی مگر تبہ راج
 قدرت نے ایسے ثبوت بھی پیش کر دیے کہ اب اس قیاس کی صحت میں کوئی وجہ شک کرنے کی
 باقی نہ رہی کیونکہ تحقیق سے ایک اور قاعدہ معلوم ہو گیا جس سے دو جسموں کی مقدار اور ان کا
 باہمی فاصلہ معلوم ہو تو کشش جو ایک کو دوسرے کے گرد حرکت دیتی ہے اس کی مقدار معلوم
 ہو جاتی ہے جس سے ہمیں اس کی رفتار کی تیزی معلوم ہو جاتی ہے جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو شاہد
 اور استمال کا بڑا سامان نکلا گیا اس کے سوا علم شدت کی ترقی دو بین وغیرہ آلات کی ایجادوں
 سے بڑے بڑے فاصلوں کا پیمائش کرنا اور سیاروں کی اقطار اور محیطوں کی پیمائش کرنے کا
 طریق متلا دیا تھا۔ جب اس قدر سامان امتحان کامل گیا تو نئے نئے سیارے ان کی حرکتوں کی
 سرعت ان کے دوروں کی مدت ان کے مداروں کی درست اور ان کے حجموں کی مقدار میں
 معلوم ہونے لگیں اور جس سیارے کا حجم اور جثہ آفتاب سے معلوم ہوا تو فاصلے کے موافق
 بغیر آلات کے اس کی حرکت کی سرعت اور دورہ کی مدت بھی معلوم ہو گئی اور جب آلات
 کے ذریعے سے اس بات کو معلوم کیا تو صحیح پایا اور ایسا ہی جب کسی سیارے کی سرعت حرکت
 اور آفتاب سے بعد آلات کے ذریعے سے معلوم ہوا تو اس کا حجم حساب سے نکل آیا اور جب آلات
 کے ذریعے سے امتحان کر کے دیکھا تو ٹھیک پایا اس طرح بہت شاہدوں اور امتحانوں نے
 ان قواعد طبعیہ اور ریاضیہ کی صحت اور نظام شمسی کے قبیل کی صداقت یہاں تک ثابت کر دی
 کہ اب کوئی گنجائش شک کرنے کی نہ رہی۔

جیسا کہ یقیناً ثابت ہو گئی کہ آفتاب ایک مرکز کے موافق در بیان میں واقع ہے اور
 زمین اور دوسرے بہت سی سیارے اس کے گرد زمین فاصلوں پر اور زمین کے گرد
 زمین کے گرد دو گروہ کر رہے ہیں اور چاند زمین سے چھوٹا ہے اس لئے انہیں قواعد کے موافق جو
 اور مذکور ہوئے ہیں زمین کے گرد حرکت کرتا ہے اور کئی سیاروں کے گرد کئی کئی چاند حرکت
 کرتے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔ زمین میں ایک قوت جاذبہ سے تمام نظام شمسی کا انتظام
 ہے اور گو یہ نظام بھی گرد و دوز میلوں کے فاصلے میں واقع ہوا ہے مگر ثوابت اتنے دور میں
 کہ اس کے حساب ابھی تک نہیں ہو سکا۔ مگر پہلے معلومات کی مدد سے یہ قیاس کیا گیا ہے
 کہ شاید ہر ایک سیاروں میں کا بجائے خود ایک شخص ہے جس کے گرد بہت سی سیارے
 اسی طرح سے حرکت کرتے ہیں جس طرح سے ہمارے آفتاب کے گرد بہت سی سیارے حرکت
 کرتے ہیں مگر ان کے سیارے زیادہ بعید ہونے کے باعث مشاہدہ نہیں کئے گئے اور
 نیز یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ شاید ہر آفتاب کے اپنے سیاروں کے کسی اور بہت بڑے
 آفتاب کے گرد حرکت کر رہا ہو اور ایسے ایسے اور بہت آفتاب کے اپنے سیاروں اور قمروں
 کے اس بڑے کاروبار سے حد فاصلہ والے آفتاب کے گرد حرکت کر رہے ہوں مگر یہ قیاس
 میں ابھی تک نظام شمسی سے بڑھ کر پوری تحقیق کرنے کا سامان حاصل نہیں ہوا نظام شمسی خود
 اتنا بڑا ہے کہ ایک زمین کا مدار آفتاب کے گرد اتنا بڑا ہے کہ جس کا قطر ۱۹۰,۰۰,۰۰۰ میل کے
 قریب ہے اور کئی سیاروں کے مدار اس سے بہت بڑے بڑے ہیں اس سے زیادہ جہان تک

نظر گئی ہے اس خالق عالم کی قدر و تول کی بے پایاں فی نظر آتی ہے۔
 اس ایک قوت کشش کے اتنے بڑے عالم کا انتظام مجموعی صورت میں اس
 طرح کا کیا ہے جو مجھلا اور پر بیان ہوا اسی سے رات دن کا اختلاف موسموں کا تغیر وغیرہ
 ظہور میں آتا ہے۔

اب کچھ حالات زمین اور چاند اور سورج کے لکھے جانے ہیں۔ زمین کے انتظام کا
 بہت بڑا حصہ آفتاب کی روشنی اور حرارت سے ظہور میں آ رہا ہے اگر آفتاب کی روشنی کا دور
 حرارت زمین پر نہ پہنچتی تو تمام زمین ایک سخت پتھر کے موافق اور غایت درجے کی سرد ہوتی

پانی سخت ٹھہر جاتا ہوا بھی بچھڑ جاتی ہے کوئی ذی روح یہاں پایا جاتا نہ کوئی وحشت آلت نہ کوئی
سے سیال جاتی نہ ہوا تو ہم دیکھتی ہیں۔ اسی آفتاب کی حرارت سے جو پانی موسم کا اعتدال وجود میں آتا
نباتات اگتی ہیں پرورش پاتی ہیں پختہ ہوتی ہیں حیوانات کا وجود جو زیادہ بیکار بالکل نباتات
پر منحصر ہے اور کئی طرح سے بلا واسطہ آفتاب کی حرارت پر روشنی پر بھی ہے ظہور میں آتا۔
لاکھوں مدنیات جو انسان پر ان اور نباتات کے واسطے ضروری ہیں آفتاب کے
اثر سے بواسطہ یا بلا واسطہ پیدا ہوتے ہیں آفتاب کی حرارت حقیقت میں نباتات کی
زندگی اور حیوانات کی حیات ہے کیونکہ وضع تجربات سے اس قسم کے نتائج ثبوت کو پہنچ
کئے ہیں جن میں سے کسی قدر یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

انسان اور حیوانات جو ہوا میں سانس لیتے ہیں تو ان کے جسموں میں سانس
کی راہ سے ایک نچر یا قسط کا شکل میں نکلتا ہے جس کو کاربائیک ایسڈ کہتے ہیں اور
یہ قسط ایسا مضر ہو سکتا ہے کہ اگر اس کی کثرت ہو جائے تو کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکتا
لیکن نباتات اس سے قند پاتے ہیں۔ اس قسط میں کوئلہ اور کربن جو اکیلیاں ہی ترکیب
سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کی تحلیل یعنی ایک دوسرے سے جدا کرنا بہت مشکل
ہے لیکن نباتات اپنے ساموں کی راہ سے اس کو جذب کر لیتے ہیں اور نباتات میں
ایک مادہ سبز رنگ کا کاروٹینیل ہوتا ہے وہ آفتاب کی شعاعوں کی مدد سے اس مرکب کو
تحلیل کرتا ہے یعنی ان میں سے کوئلہ سے غذا کر کے نچر کرتا ہے اور کربن کو خارج کر دیتا ہے جو بالکل
ہوا پھر حیوانات کی سانس لینے میں کارآمد ہوتی ہے جہاں سے یہ کوئلہ کے ساتھ مل کر کاربائیک ایسڈ بن کر
ہوا میں منتشر ہوتی ہے اور درختوں میں جا کر آفتاب کی شعاع کی مدد سے تحلیل ہو کر کوئلہ اور چوڑائی ہوا خاص نکلتا
پھر حیوانات کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی سے رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن آفتاب کی
حرارت کاربائیک ایسڈ کے تحلیل کرنے کے وقت خود غرق ہوتی جاتی ہے یعنی نباتات
کے اجزاء میں ذخیرہ ہوتی جاتی ہے یعنی وہ حرارت تحلیل کا عمل کر لے ہیں خود نباتات کے
اجزاء میں مخفی ہوتی جاتی ہے نہ باہر نکلتی ہے نہ رخت کر گرم کرنا سے یہ حرارت آفتاب
کے جو نباتات کے جسم میں ذخیرہ ہوتی رہتی ہے بعد میں کئی صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے مثلاً

دھت کو جب آگ میں جلاؤ تو جس قدر آفتاب کی حرارت اس میں فوخیو ہوتی ہے اسی قدر
 آگ کی حرارت بن کر ظاہر ہوگی اور اسی حرارت کو انجن میں داخل کر کے حرکت کی صورت میں
 بدل سکتے ہیں اور جب غذا میں وہ ترکیبی وغیرہ سے انسان اور حیوانات غذا کو کھاتے ہیں تو کئی
 صورتیں بدل کر یہ غذا ان کے خون میں شامل ہوتی ہے اور وہاں جس طرح سے انجن میں لکڑی
 جل کر انجن کو گرم کرتا ہے جسم حیوان کی حیوانی حرارت پیدا کرتی ہے اور جس طرح سے حرارت
 انجن میں حرکت جسمانی سے تبدیل ہوتی ہے جسم حیوانی میں قوت جس خیال فکر وغیرہ اور حرکات
 عضلاتی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور جس طرح سے لکڑی جلنے کے بعد اس میں سے تفصیلات
 جس کے دھن اور خاک کی شکل میں خارج ہوتے ہیں اسی طرح سے جسم حیوان میں سے غذا
 جلنے کے بعد کابائک اینڈ پروٹین کی راہ سے خارج ہو جاتی ہے اور باقی تفصیلات اور اہل
 سے نکلتے ہیں اور جیسے انجن میں لکڑی جلائے کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس
 جسم حیوان میں غذائی اینڈ جلائے کے لئے ہوا میں سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض
 آفتاب کی حرارت انجن میں حرکت کی صورت میں بدلتی ہے نباتات میں ان کی قوت طبعی
 بن جاتی ہے حیوانات میں قوت حیوانی انسانی اور طبعی کی صورت پکڑتی ہے علاوہ اس کے
 قوت برقی کیسادی حرارت روشنی وغیرہ سب آفتاب کی شعاعوں کی مختلف صورتوں

میں -
 پانڈ کے بہت فوائد بھی تحقیق نہیں ہوئے مگر جس قدر معلوم ہوئے ہیں ان میں
 سے چند کا بیان کرنا یہاں مناسب ہے رات کو پانڈ سوچ سے روشنی کے کراس کو زمین پر
 شکر کرتا ہے جس کے سبب انسان و حیوان رات کو بھی کاروبار کرنے سے محض تارکی
 کے باعث مجبور نہیں رہتے۔ پسند رکامدہ جذ بھی پانڈ کی کشتی سے ہوتا ہے جس کے
 فوائد بہت بڑے ہیں جو پانڈ کے پانی کی حرکت سے حاصل ہوتے ہیں اور پانڈانی میں
 میوے بھی خوب پختہ ہوتے ہیں۔

زمین پر جو موجودات ہیں ان کے طبعی خواص بھی بڑی بڑی حکمتیں ظاہر کرتے ہیں
 کامر اجسام کی یہ خاصیت ہے کہ حرارت سے پھیلتے ہیں اور حقیقت ہو جائے کہ میں اور

برودت سے کثیف اور ثقیل ہو جاتے ہیں اگر اجسام کا لطیف اور کثیف ہونا تو حرارت
کی کمی بیشی پر موقوف ہے اور ثقیل اور خفیف ہو جانا اجسام کی قوت کشش کے خاص نتیجہ
سے پانی کا خلاصہ عام قاعدے کے یہ خاصہ ہے کہ جب اس قدر سرد ہونے لگتا ہے کہ
منجمد ہو جانے کے قریب ہو تو اور بسط اور خفیف ہو جاتا ہے اس میں بہت بڑی حکمت ہے
وہ یہ ہے کہ جس طرح لاکھوں جانور ہوا میں رہتے ہیں اسی طرح سے لاکھوں حیوانات پانی میں
رہتے ہیں اگر مری سے جیلینج ریا اور ہندویشہ منجمد ہو جایا کریں تو یہ آبی حیوانات بالکل تباہ
ہو جائیں۔ لیکن جب موسم سرما کی مری پانی کی سطح کو سرد کرنے لگتی ہے تو عام قاعدے کے
موافق سطح کا پانی ثقیل ہو کر نیچے جاتے لگتا ہے اور نیچے کا گرم پانی اس سے خفیف ہونے
کے باعث اوپر آ جاتا ہے اور یہ پانی اور زیادہ سرد ہوتا ہے تو ثقیل ہو کر نیچے جاتا رہی
اور نیچے کا پانی اوپر آ جاتا ہے اسی طرح سے ہوتے ہوئے تمام اوپر نیچے کے پانی کی حرارت
یکساں ہو جاتی ہے اور اب اس کے زیادہ سرد ہونے کو ہوتا ہے کہ اس وقت جب
اُس کی برودت اس درجے تک پہنچ جاتی ہے تو دوسری خاصیت ظہور میں آتی ہے یعنی متنا
زیادہ سرد ہوتا ہے اتنا ہی خفیف ہو کر سطح پر رہتا ہے یہاں تک کہ منجمد ہو جاتا ہے اور نیچے
کا پانی سیال رہتا ہے اور جس قدر حرارت اس میں باقی ہے اُس کو خارج نہیں ہونے پاتا۔ اس
حیوانات آبی نیچے زندہ اور محفوظ رہتے ہیں۔

جب کہ سطح زمین کا زیادہ حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے اور بہت خشکی کے حصے پانی سے
ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں تو پانی کو اتنا ثقیل بنا دیا کہ کشتی اُس پر تیر سکے اور انسانوں کو
نجات اور سفر کرنا اس کی سطح پر سہل ہو جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو اسیوں کی جماعتیں علیحدہ
علیحدہ زمین پر آباد ہوتیں اور ایک جماعت کو دوسری جماعت سے کچھ تعلق نہ ہوا کرتا تو تمدنی
حالت میں بڑا نقص اور فتنہ واقع ہوتا مگر پانی کے نقص کی غرض سے یہ تمام دقیقہ مع
کرویں اور اب چونکہ انسانی نوع میں ترقی نہ آ رہی ہے اس کا زیادہ حصہ بکری اور بکری
سفروں کی سہولت سے حاصل ہوا ہے اور چونکہ پانی کا سیال ہونا آفتاب کی حرارت پر موقوف
ہے اس لیے نعمت بھی ان کو آفتاب کی برودت حاصل ہوئی۔

آفتاب کی حرارت جب پانی کو گرم کرتی ہے تو پانی ہوا کی صورت میں ہو کر اُٹتا ہے
 اور طبعاً ہر ایک پہنچ کر سرد ہو کر پانی کے ذرات میں بدل کر اُلوں کی شکل میں ہوتا ہے
 جب اس طرح کے بخارات کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں اور ہوا سے خشک ہوتے ہیں
 تو ان میں بھلی کی طاقت پیدا ہوتی ہے جس کے سبب نیچے اوپر کے بادلوں میں کشش
 پیدا ہو جاتی ہے اور اس کشش کے ذریعے سے دور دور سے بخارات اگر جمع ہو جاتے
 ہیں اور بہت بہت گھراٹ پانی کے جمع ہو کر قطرات بن جاتے ہیں جو وزنی ہونے کے
 باعث زمین کی طاقت تزلزل کرنے میں تاب مارش ہوتی ہے لیکن یہ بھی قانون قدرت ہے
 کہ جس میں نباتات زیادہ پیدا ہوتی ہے وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے اور شجر جنگلوں میں بہت
 کم بارش ہوتی ہے اگرچہ اس کی وجہ ابلی تک ٹھیک معلوم نہیں ہوئی مگر غالباً نباتات
 کے برقی خواص کو اسی قاعدے میں داخل ہو گا چوں کہ آفتاب کی حرارت سے پانی کے بخارات
 اوپر جاتے ہیں اور بھلی کی کشش سے جمع ہو کر اُلوں کی حرارت کے ساتھ کہیں کہیں
 پہنچ کر بہتے ہیں اور یہ پچھام عالم نباتات کی پرورش کرتا ہے جو نباتات حیوانات کی غذا
 سکونت وغیرہ بہت ضروری ہیں کام آتے ہیں اس طرح جی آفتاب ہی اس عالم کے نظام
 اور حیات کا بڑا چتر و اعظم یا واسطہ ہے۔

بہت قسم کے اجسام عرضی پانی میں حل ہو کر نباتات کی جڑوں کے مساموں میں سے
 جذب ہو کر ان کی رگوں کی راہ سے پتوں تک پہنچتے ہیں اور ذرات کو غذا پہنچاتے ہیں
 اور حیوانات کے فضلات جسمانی اُن اجزاء سے ارضی کے حل کرنے میں مدد دیتے ہیں اور
 حیوانات ہوائی فضلات کا رہا تک ایذا یونیا وغیرہ کی شکل میں ہو کر ہوا میں حل جاتے ہیں
 وہ پتوں کے مساموں کی راہ سے اندر جا کر آفتاب کی شعاعوں کی مدد سے نباتات کو غذا
 پہنچاتے ہیں جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جیسے انسان و حیوان کا
 وجود نباتات کے وجود پر موقوف ہے اسی طرح سے نباتات کا وجود حیوانات کے وجود
 پر موقوف ہے۔

نباتات اپنی فوت طبعی کے ذریعے سے اجزاء سے ارضی اور فضلات حیوانی کے

اور اس کے واسطے شجاع آفتاب خدا کے کر بڑھتے ہیں چھوٹتے ہیں اور بچھتے ہیں اور
آرشد و نسل پیدا کرتے کے لئے خوب پیدا کرتے ہیں جس کے زمین پر پھیلاتے کے لیے وہ
مطلقاً مٹے عجیب عجیب سامان پیدا کئے ہیں۔ بعض تخم ایسے ہیں کہ ان میں پیرا پیرا
بڑے بال لگاوتے ہیں جن کے سبب ہواؤں سے اڑ کر دور دور پہنچتے ہیں اور جہاں
کہیں اپنے موافق زمین پاتے ہیں وہیں لگتے ہیں۔ بعض پھلوں کو پرندہ لکھا کر کہیں
دور تک پہنچا کرتے ہیں تو پھر ان کے شکم سے ثابت نکل کر زمین پر گرتے ہیں وہاں جو آتے
ہیں۔ معادہ اس کے اور پھر ان تبدیلیوں ان کی نسل پھیلاتے اور قایم کئے کی مقصدت
نے قایم کی ہیں۔

بعض بیجیں دوسرے درختوں پر چڑھ کر پرورش پاتے ہیں اور ان میں باریک تار سے
پیدا ہوتے ہیں اور پھل کی طرح حرکت کرتے ہیں جب ان کو کوئی شاخ یا سہارا ملتا
ہے اس پر لپٹ جاتے ہیں تب آگے اُس پھل کی درخت شاخ پھوٹی ہے پھل اس میں سے تار
پیدا ہوتی ہے اور کسی دوسری تار پر لپٹی ہے۔ اسی طرح پڑے پڑے بلند درختوں کی چوٹی
تک چڑھ جاتی ہے۔

بعض نباتات کیڑوں سے بھی غذا کرتے ہیں ان کے پتوں میں ایک ایسی قابیلیت
ہوتی ہے کہ جب کوئی کیڑا لکھی اُس پتے پر بیٹھے تو فوراً اس کی طرح وہ پتہ منہ ہو جاتا
ہے اور کیڑا اندر ہی اندر اُس کی غذا ہو جاتا ہے۔

درختوں میں بھی زیادہ مادہ ہوتے ہیں اور جب تک ان کا اتصال نہ ہو پھل اور تخم پیدا
نہیں ہوتا۔ لیکن زیادہ کے لحاظ سے درختوں کی بہت اقسام ہیں بعض میں تو زرخشت
علیحدہ ہوتا ہے اور مادہ زرخشت علیحدہ۔ زرخشت کے پھول میں صرف زیادہ ہوتا ہے اور مادہ
زرخشت کے پھول میں مادہ زرخشت ہوتا ہے جس اور زیادہ یا تو ہوا کے ذریعے سے اڑ کر مادیں اعضا
تک پہنچتا ہے اور یا چھوٹے پردار کیڑے تول پھول پر بیٹھتے ہیں بعد میں مادیں پھول پر آتے
ہیں اور اس طرح سے زیادہ جو ان کے جسم سے لگ جاتا ہے وہ مادیں پھول میں گرا دیا
ہوتا ہے۔ تب وہ پھول حامل ہو کر پھل لاتا ہے اور تخم پیدا کرتا ہے گرنے زرخشت میں پھل

[illegible]

سب سے زیادہ اور لوگوں میں مقبول ہے۔ یہ جانوروں کی نسل قائم رکھنے کے لئے سامان جو قدرت سے
 حیوانات کی طرف کو قایم رکھے، اور ان کی نسل بڑھانے کے لئے سامان جو قدرت سے
 پیدا ہوتے ہیں وہ نباتات کے سامان سے بہت بڑھ کر ہیں جس جیوان کو جس قسم کی غذا
 کی ضرورت ہے وہ غذا اس کے قریب ہی پیدا ہوتی ہے اس کی شناخت کی حس اس کو دی
 ہے اس کے حاصل کرنے کے لائق اعضا اس کو ملتا کہ جس اس کے چنا ہے اور کھانے کے
 مناسب ذرات وغیرہ اس کو بخشتے ہیں اور اس کے ہضم کرنے کے لائق اس کو معدہ و عطا کیا
 ہے اور اس غذا کے جسم میں جدا کرنے کے لئے تاکہ اس سے ملاقتیں پیدا ہوں ہو جذب
 کرنے کا سامان بھی اس کے جسم میں بنا دیا ہے اور ہوا بھی اس کے گرد پیدا کر دی ہے یہ سب
 کہ قابل حیوانات کے لئے ان کے پیچھے اس طرح کے تارے میں گہرائی میں حل ہو جاتی
 ہوا کو جذب کر لیں اور پانی متحرک ہو کر ہوا کو پسٹل کرتا رہتا ہے بلند پرواز پرندوں کی بصارت
 ایسی تیز بنائی ہے کہ بہت جلد ہی سے وہ اپنی غذا جہاں موجود ہو دیکھ لیتے ہیں جن پرندوں
 کی غذا ہیٹ ایک ملک میں موجود نہیں ہوتی ان کو پروانگی ایسی طاقت دی کہ جس موسم میں
 جس ملک میں جہاں کہیں ان کی خوراک موجود ہو سکے وہاں پہنچ جائیں اور ان کے دل پہنچ
 جاتے ہیں۔ ہر ایک حیوان کو اپنی مفید غذا میں تمیز کرنے کے لئے حس شامل باذائقہ
 کی عطا کی ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا جس جانور کی غذا سطح زمین کے نیچے ہوتی ہے اسکو
 زمین کر رہنے اور کھودنے کے لائق اعضا دیئے گئے ہیں حیوانات کی نسل قائم رکھنے کے

میں بڑی مدد دیتے ہیں خوب مسرتی بھی تمام اعضاء میں سے انکھ سے زیادہ ظاہر ہوتی
 ہے اور چونکہ اس انکھ کی بنیاد اُس کے جزا کی نزاکت کو لایم پکارتی ہے تو اس کو ایسے
 مضبوط استخوان کے نعل میں موقوف کیا ہے کہ عام عادات سے محفوظ رہے اور اس کی حرکت
 کی طاقت بھی ایسی ہی ہے کہ سانسے دائیں بائیں نیچے اور ہر طرف حرکت کر کے دیکھ سکتی
 ہے اور نیچے اور پر دو پلکوں کے گونا گویسے میں کہ ہر وقت کھلتے اور بند ہوتے رہتے
 ہیں کسی مضرت سے قریب آنے پر اتنی جلدی بند ہوتے ہیں کہ طاقت العین کی سرعت
 ضرب الش ہو گئی ہے۔ اب انکھ کی ساخت پر غور کر دو عجیب حکمت نظر آتی ہیں۔ انکھ
 کا دار جس کو صدقہ کہتے ہیں ایک مضبوط اور لایم جلی کا کرہ ہے جو درمیان میں سے عالی
 سے اس کرے میں باہر سانسے کی طرف ایک شفاف پردہ نکلیا گیا ہے جس میں سے شئی
 کے سوا اور کوئی شے نہیں گذر سکتی اور وہ شفاف اس پر جب کا ہے کہ دنیا میں اُس سے
 بڑھ کر کوئی شے شفاف نہیں ہو سکتی اس پردے کو قرینہ کہتے ہیں قرینہ کے پیچھے ایک
 پردہ ہے جو مختلف آنکھوں میں مختلف رنگوں کا ہوتا ہے مگر غالب اُس میں سیاہی یا سنہری
 یا نیلونی ہوتی ہے اور چونکہ قرینہ بالکل شفاف ہوتا ہے اس لیے اُس پردے کا رنگ اُس
 میں سے نظر آ کر رہتا ہے اور اس پردے کے درمیان ایک گول سوراخ ہوتا ہے اور اُس میں
 سے روشنی آنکھ کے اندر جاتی ہے اس سوراخ دار پردے کو عینہ کہتے ہیں قرینہ اور عینہ کے
 درمیان ایک خلیفہ شفاف رطوبت ہے اور اس رطوبت اور عینہ کے پیچھے ایک منجھڑ رطوبت
 ہے جو عینہ کے عود شیشہ کی شکل کی ہوتی ہے جس کی ضرورت اور فوائد کے بیان ہونا
 موقع نہیں ہے کیونکہ اُس کے خواص کا سمجھنا علم مناظرہ و مراہکی و اقیسیت پر موقوف ہے۔
 اس کے پیچھے ایک اور رطوبت ہے اس کے پیچھے ایک پردہ ہے جس پر روشنی کی شعاعیں
 سانسے کے احسام کی تصویر بناتی ہیں اور اس تصویر کی جہاں داغ کو ہوتی ہے تب سانسے
 میں دیکھی جاتی ہے اُس کی تصویر کھینچنے میں بالکل انکھ کے طریق فعل کی نقل کی جاتی ہے
 تب عکس کی تصویر پھیلے پردے پر شعاعوں کے ذریعے سے بنتی ہے پردہ بننے میں
 انکھ کا سوراخ ہوتا ہے اس کی ایک خاصیت ہے یعنی جہاں روشنی زیادہ ہوتی ہے

دھان پتلی کا سوخا تنگ ہو جاتا ہے تاکہ ضرورت سے زیادہ دھان میں آنکھ میں داخل ہو کر
 پھسلے اور اسے کو تکلیف نہ دیں اور جس مکان میں یا جس وقت روشنی کم ہوتی ہے اس
 مکان میں جلتے پیاٹس وقت باریک بین پتلی فراخ ہو جاتی ہے تاکہ آنکھ میں زیادہ روشنی
 آنکھ میں داخل ہو کر سامنے کی روشنی کی تصویر پھسلے پر دوسے پر بن جلتے تاکہ محسوس ہو
 اسی لئے جب کوئی شخص موسم گرم کر لیا میں دروازے بند کر کے سوتا ہے اگر وقت آنکھ کر باہر
 دھوپ میں آجالتہ سے تو باہر کی روشنی آنکھ میں چلتی ہے اور چکا پنزدگاتی ہے مگر تھوڑی دیر
 میں پتلی تنگ ہو جاتی ہے تب وہ تکلیف نہیں ہوتی اور جب کوئی شخص دھوپ میں
 سے چلا آیا ہو اور وقت باریک مکان میں آجالتہ سے تو اس کو کچھ نظر نہیں آتا کیوں کہ پتلی
 پتلی باہر کی زیادہ روشنی میں تنگ ہوئی ہوئی تھی اب اندر کی کم روشنی آنکھ میں داخل
 نہیں ہو سکتی جس سے خشک تصویر بن سکے مگر تھوڑی دیر میں پتلی فراخ ہو جاتی ہے اور
 تب اس کو اندر مکان میں بھی اچھا نظر آنے لگتا ہے۔ اگر پتلی کا تنگ اور فراخ ہونا
 اور ہر ایک حیوان کی آنکھ میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر بلی کی آنکھ میں بچہ تفاوت بہت ظاہر ہوتا
 ہے دوپہر کے وقت بلی کی آنکھ کی پتلی ایک باریک تانگے کے موافق ہوتی ہے مگر رات
 کو چراغ کے سامنے دیکھے تو انسان کی پتلی سے زیادہ فراخ اور گولی ہوتی ہے
 اور بالکل تاریکی میں اس سے زیادہ فراخ ہوتی ہوگی۔ جیسی تو بلی اندر سے میں نکلا
 کر لیتی ہے۔

انسان اور حیوان کے جسم میں صحت اور زندگی کے قائم رہنے کے لیے ایک
 درجہ کی حرارت کا ہونا ضروری ہے جو بدن میں غذا کے جلتے سے پیدا ہوتی ہے لیکن بات
 اور دل اور سر اور مختلف ممبرانوں کی مختلف حرارت اور برودت کے درجے بھی بدن
 کے سو گرم ہونے میں بڑا اثر رکھتے ہیں اگر کوئی خاص قدرتی تدبیر بدن کو مناسب درجہ
 کی حرارت پر قائم رکھنے کے لئے نہ ہوتی تو زندگی محال ہو جاتی مگر وہ قدرتی تدبیر سب
 حیوانوں میں جن کو حرارت کی ضرورت ہے پائی جاتی ہے۔ مثلاً انسان کے بدن کی حرارت
 طبعی ۹۸ درجہ کی ہونی چاہئے صحت میں ہمیشہ اسی قدر رہتی ہے خواہ باہر کی ہوا

اتنی سرد ہو گئی کہ کچھ کر کے جیتی رہے۔ جب تک پہنچ جائے تو وہ لڑاؤ کریم ہو جیسی ۱۲۰
 درجے اگر سردی زیادہ ہو جی تو آتش شاد اور باختر بھی ہو گا لہذا زیادہ کھلی جائے گی جس سے
 زیادہ حرارت پیدا ہو اور گرمی سے کھسک جائیں گے تاکہ ان کی حالت بہتر ہو اور
 جو موسم زیادہ گرم ہو گا تو آتش شاد کم اور باختر طبعیت ہو جائے گا اور سام لعل کر عرق اتنا
 آئے گا کہ وہ بدن کو لہر د کر رہے گا تاکہ حرارت بدن ٹھنڈی ہو جائے اور درجے سے بڑھنے نہ
 پائے۔

یہاں تک کہ جو موجودات عالم کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ بہت مختصر اور عام فہم
 کئے گئے ہیں تاکہ ہر ایک پڑھنے والا ان کو سمجھ سکے اور وہ زیادہ باریک بینی سے اور بڑے
 عجیب تماشے قدرت کے لفظ آتے ہیں لیکن ان باریک باتوں کو علوم طبیعیہ وغیرہ کے
 ماہروں کے سوا ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا اور چونکہ اس باب میں حالات موجودات معلوم
 ہوئے ہیں ان کا لاکھوں حصہ بھی کسی چھوٹی کتاب میں نہیں لکھا جاسکتا یہاں تو صرف
 نمونہ کے طور پر نظام عالم کا طریق دکھلایا گیا ہے تاکہ اس پر غور کر کے قرآن کے
 استدلال کی صداقت سمجھ میں آجائے لیکن ابھی ایک ضروری حصہ حالات موجودات کا باقی
 سے جکے جھنے کے بغیر کوئی استدلال سمجھ میں نہیں آتا وہ انسان کی روحانی صفات میں لکھا
 تفصیل لکھنا تو اس باب سے بہت گنجائش نہیں رکھتا مگر بقدر ضرورت موقوفہ مختصر طور پر بیان کیا
 جاتا ہے۔

انسان میں مخلوق تو اسے طبیعی کے جو نباتات میں بھی پائے جاتے ہیں اور مخلوق ہے
 حیوانی کے جو دوسرے حیوانات میں بھی پائے جاتے ہیں دو قسم کی اور تین ہیں جن کے
 بات یہ تمام مخلوقات سے تین سے ایک قوت ذہنی اور دوسری قوت اخلاقی اگرچہ یہ دونوں
 حیوانات کی ضرورت کے موافق ان میں بھی پائے جاتے ہیں مگر انسان میں جس حد تک
 کو پہنچتی ہیں حیوانات کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں تو اسے ذہنی انسان کے علم حاصل
 کر نیک اور بد میں تو اسے اخلاقی اس کے صدور و افعال کے محرک ہیں جب کہ نبات کا علم
 انسان کو حاصل ہوتا ہے تو اس سے کوئی قوت اخلاقی پیدا ہوتی ہے اور وہ قوت اخلاقی

کسی فعل کے طور پر کام کر رہی ہوگی۔ مثلاً جب انسان کو اس نسبت کو علم حاصل ہو کہ اس
 کو کئی چیزیں پسند ہیں اس لئے مال سے تو یہ تو اس خوف پیدا ہوگا اور اپنی حفاظت کی کوئی بھی
 تدبیر نہ کرے گا اور بالکل جوش میں آئے گا اور انتظام لینے کا تہذیب سے کرے گا اس کو چاہیے
 علم قبول نہ ہونے سے حاصل ہوا اس علم سے خوف یا غضب قوت اخلاقی تحریک میں ملتی اس
 اخلاقی تحریک سے کسی قسم کا فعل پیدا نہیں آئے گا اسی طرح سے انسان کے تمام افعال کا
 یہی قاعدہ ہے کہ چاہے علم حاصل ہوگا ہے اس سے کوئی جذبہ پیدا ہونا ہے تب اس سے کوئی
 فعل صادر ہوتا ہے۔ علوم دو قسم کے ہیں بدیہی و دوسری تفہیمی یا فکری بدیہی علوم تو
 وہ ہیں جو بغیر فکر کرنے کے حاصل ہوتے ہیں جیسے حسابات کا علم ہے پرہیزات کے فیصلے
 سے نظری علوم حاصل ہوتے ہیں اور ان کے حاصل کرنے کے قواعد و ضوابط میں بحث کی
 جاتی ہے۔ لیکن چند علوم ضروری یا فطری ہیں جس کے بغیر بدیہی علوم حاصل ہوتے اور تفہیمی
 علوم حاصل ہو سکتے۔ بلکہ یہ دونوں قسم کے علوم انسانی چہ نبی ہیں فطری علوم کی نسبت فلسفہ
 الہی والوں میں اختلاف ہے کہ وہ کون کون سے علوم ہیں لیکن ان میں سے اپنے وجود کا
 علم جس کو علم ضروری جی کہتے ہیں اور اس بات کا علم کہ ہر ایک سمجھ کے لئے موصوفت کا
 وجود ضروری ہے بلکہ اور نیز حوشے حواس بھی سے محسوس ہوتی ہے اور وجود خارج
 میں ہے بے شک فطری علوم ہیں اور ہر ایک حیل کے لئے کسی علت کا وجود ہونا ضروری
 ہے اور قانون قدرت کی وحدت لازمی ہے یعنی جو علت آج گئی علوم کا اثر ہے۔
 بجز نفی۔ مثلاً جس شے کو ہم محسوس کرتے ہیں ہم کو صرف اس کی صفات کا علم حاصل
 ہوتا ہے۔ لیکن ہم کو صفات سے مراد کہ موصوفت کے وجود کا تعین یہ جانتا ہے جیسے ایک
 درخت کو ہم نے دیکھا تو اس کا رنگ بند کی جیسے بخشنی نرمی وغیرہ سمجھ سکتی یہ تمام صفات
 ہیں۔ لیکن ان صفات کے علم سے اس کو علم اس کے وجود کا علم ہو جاتا ہے جس کی یہ
 صفات ہیں۔ اے بالقیاس جتنی موجودات کا علم انسان کو ہوتا ہے۔ ہر اور راست تو صرف
 صفات کا علم ہوتا ہے۔ اور ان کے ذریعے سے طبقاً موصوفت کے وجود کا علم
 آجاتا ہے۔ ۱۱۔ راقم۔

نہی اور زمانہ امتحان میں اس معلول کو باعث ہونے پر وہ نون نصیب نہیں بھی
ہر ایک انسان کی فطرت میں اپنی جاتی میں گون کے ہستیاں ہیں کسی وجہ سے غلطی نہ
ہو جاسکے۔

اس کے سوا دو تصدیقین اور بھی ایسی یقینی اور جبری ہیں کہ گوان کوئی شخص فطری
تسلیم نہ کرے مگر انسان کو یقین اور اطمینان دلانے کے واسطے فطرتاً کائنات کی جاتی
میں ایک یہ کہ جس امر پر تمام افراد انسانی کا اتفاق رہا ہے جو وہ امر صحیح ہے اور وہ
جس امر پر ایک شخص کا وجدان شہادت دے وہ صحیح ہے۔

جس امر پر ایک شخص کا وجدان شہادت دے وہ صحیح ہے اور اس کا حکم اور صحت کے ساتھ
ایسا آیات مذکورہ بالا پر غور کرو اور دیکھو کہ یہ خوب صورتی اور استحکام اور صحت کے ساتھ
قرآن میں خدا کے وجود اور اس کی اور توحید پر استدلال کیا گیا ہے کہ جن کے قطعی اور صحیح
ہونے سے کوئی مصنف قائل کرنے والا نکلا نہیں کر سکتا۔

ایک شہادت تدبیر ایسے قرآن میں پیش کی گئی ہے کہ وہ ایک ہی شہادت
ایک ایسے علت العلل کے وجود پر شہادت دیتی ہے کہ جس کا علیم حکیم اور قدیر ہونا بھی ساتھ ہی
ساتھ ثابت ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی دیرانہ میں خواہ مندر کے درمیان کسی چھوٹے سے جزیرے میں
ایک مکان کسی ایک چھوٹے ٹرا شاہو دیکھے جس کے مانند انہوں نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ مگر ان
میں رہنے والے اور کھانا پینے کی کوٹھریاں اور بھیت پر چڑھنے کا زمینہ وغیرہ سامان
اس طرح کا پائے جو انسان کی سکونت کے لئے ضروری اور مفید ہے۔ اگرچہ وہاں ان
وقت کوئی آدمی موجود نہ ہو بلکہ اگر وہ نواح میں بھی کوئی شخص نہ ہوتا ہم اس کے دیکھنے
والے کو یقین ہو جائے گا کہ یہ مکان کسی انسان کا بنایا ہوا ہے ہرگز اس میں شک نہیں
کرے گا۔ اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ اس کو فطرت اور تجربہ سے اس بات کا علم ہے کہ کوئی
باتدبیر کام بغیر علم عقل قدرت اور ارادے کے ظہور میں نہیں آیا کرتا اور وہ جانتا ہے
کہ زمین کے تمام مخلوقات میں سے صرف انسان یہ قوی رکھتا ہے۔ اس لئے اس علم
کے موقع پر اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ کام انسان کا ہے کیوں کہ باتدبیر کام سے یہ مراد

کہ ایک فعل کے کرنے میں ایسے وسائل ہستمال کئے جائیں اور ایسے سامان مہیا کئے جائیں جو اس فعل کی اہم حاصل کرنے سے مناسب اور تعلق رکھتے ہوں اور چونکہ انسان کو اپنے نفس کا علم یقینی ہے اس واسطے کہ صفات کو بذریعہ تال کے جانتا ہے اور اپنے فعلوں کی ماہیت کو جانتا ہے تو اس قسم کے فعل کا چرچا نہیں آسکتا۔ اس لیے تو اس فعل کو انسان یا نفس انسانی کی طرف منسوب کرتا ہے اگرچہ حیوانات کے بعض فعل بھی ان کی ضرورتوں کے موافق باتذہیر ہوتے ہیں مگر ان کو دیکھ کر یا تو خیال ہوتا ہے کہ یہ حیوانات اس کام کرنے کے لائق عالم عقل وغیرہ انسان کی طرح سے کہتے ہیں یا زیادہ عقل مند ہو تو یقین کرتا ہے کہ یہ فعل مردان کے نفس سے صادر نہیں ہوتا بلکہ کوئی عقل مند نفس اس سے کرتا ہے۔ غرض تدریس فعل کے مدد سے جو عقل وغیرہ کی ضرورت اس نے ہو رہی ہے تو جہاں کہیں اور جب کبھی ایسا فعل دیکھا جائے گا تو ضرور اس کا فاعل صفات بالہ سے موصوف خیال کیا جائیگا۔ اس زمین کے چھوٹے چھوٹے کاسوں کا تو یہ حال ہے مگر جب انسان زمین اور آسمان اور ہر شے اور دوسری موجودات عالم میں تدبیر کرتا ہے تو سب کو باتذہیر کرتا ہے جب تک کہ اپنے معلومہ قاعدہ کے موافق یقین کرتا ہے کہ اس کا ہانے والا بھی کوئی نفس عظیم و حکیم تدبیر رہے۔ احوال عالم پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ ہے اختیار اس کے ذہن میں آجاتا ہے اور اس یقین کے بغیر نہیں رہ سکتا اور واقع میں یہ سچا نتیجہ اور سچا علم ہے اور چونکہ موجودات عالم پر جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے کہیں اس کی حد نہیں پاتا تو یہ بات بھی بے تامل اس کے ذہن میں آجاتی ہے کہ جسے یہ موجودات عالم مجید میں ایسے ہی ان کا صانع نفس بھی اپنی صفات میں غیر محدود رہے۔

۱۔ پہلی تدبیر کی شہادت ایسی قوی ہے کہ اس کے سوا کچھ اور شک کوئی دلیل کسی کو معلوم نہیں ہونی البتہ بعض وہی فلاسفوں نے ایک شک پیش کیا ہے کہ ممکن ہے کہ ابتدا میں کچھ مدتی خلقت کی چیزیں جن میں کوئی تدبیر نہ پائی جاتی ہو بغیر کسی مدبر کے پیدا ہو گئی ہوں ان میں سے جو رہنے کے قابل نہ تھیں وہ فنا ہو گئی ہوں اور باقی سے آئندہ ترقی ہوئی ہو اور بتدریج ایسی مخلوقات جو کافی سامان موجود کا ہستی ہو فنا ہوتی گئی ہو اور بہتر موجودات ترقی کرتی گئی ہو یہاں تک کہ موجودہ حالت انہوں میں آگئی لیکن اس قوی شہادت کے مقابلہ میں جو اوپر بیان کی گئی ہے ایسا وہم کچھ بھی قدر نہیں رکھتا۔ اسی قسم کی شہادتوں کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ آسمان اور زمین اور

دوسری صورت میں نشان می خدائے پدید آئے کے مقتضایاں کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ
ایمانت کا اثر چھٹا بیان کیا گیا ہے۔

دوسری دلیل علت کی منتقلی سے پیدا ہونے والی وجہ و سبب پر مبنی چھٹا اشارہ ہے
یعنی وہ ہے کہ ہر ایک انسان کی طبیعت میں اس بات کا یقین ہے کہ ہر ایک چیز کا وجود
کے لئے کوئی علت ہوتی ہے چاہے اس جہان میں اس کی کوئی جہاں میں وہ خود شہید اور
دوسری علتوں کے حصول ہوتی ہیں اس طرح سے مسلسل علت و معلول کا دائرہ ماضی کی طرف
کھینچے جاتے جا رہے ہیں۔ انہیں بتانا نظر نہیں آتا کہ اگر ازل سے ہر علت و معلول کی وجہ سے سبب
اس کے متعین اور حادث ہونے کے لئے بھی کوئی علت و معلول نہ ہو تو اس کی وجہ سے اس کی
حالت جیسی خیال کی جاسکتی ہے جو عین حادث اور غیر متعین ہو تب تک مسلسل علت و معلول کا گمبھیر
مزمع ہو گا اور مسلسل منتقلی کے ساتھ اس کی منتقلی بھی ممکن ہو جائے گی۔ جیسا کہ بعض
سے وجود ہو جانا حال معلوم ہوتا ہے اس لئے یہ یقین کرنا چاہئے کہ کیا اس میں اس طرح کی وجہ
ہے جس میں صورت اور چیز کو گمراہ نہیں ہے۔ یہی علت و معلول ہے اس کی طرف ان تمام
آیات میں اشارہ ہے جہاں حوادث کو خدا کے وجود کی نشان دہیاں بتایا گیا ہے۔

تیسری دلیل جیسا کہ علت کی منتقلی سے پیدا ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر علت و معلول کا
پیدا ہونے میں ایک فن میں غور کرو تو کوئی بھی معلول کی علت معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ ان
علاقات میں تو الی لائیک کی کوئی گہلی گہلی ہے ان میں سے پہلے وہ وہ نام علت و معلول کے ہے اور
دوسرے کا معلول مثلاً گرمی پانی سے پیدا ہونے کی علت کوئی پانی سے ممتنع نہیں کہ اس کے
قرب اللہ جذب کرنے کی علت ہے۔ مثلاً پانی کے ٹپنے کو اور ان کے کپڑے سے
رگڑنا ان میں بھلی پیدا کرنے کی علت ہے۔ مثلاً پانی کے ٹپنے کو اور ان کے کپڑے سے
نہاں کیا جاتا ہے علی بن ابی طالب کا بیان ہے کہ علت و معلول کے مطالب میں صرف یہ بات رکھیں
جہاں ہے کہ ایک رکن پہلے ہوتا ہے دوسرا اس کے بعد ہوتا ہے مگر حقیقتاً معلوم ہونے
سے علت کی فطری منتقلی ختم نہیں ہو جاتی کیونکہ پھر بھی سوال اتنی رہتا ہے کہ اگر وہی
رگڑنے سے بھلی کیوں پیدا ہوئی ممتنع نہیں ہے کہ اس سے لڑائیوں جذب ہوا تو اس کا

جاسنے تو شرط کا اعلان لازم آتا ہے جیسے کہ اگر کتاب اللہ کے اوپر ہے تو ان ہوگا
اور اگر کتاب اللہ کے علاوہ ہوتا ہے تو اس وقت ان کا وجود ماننا چاہئے گا اور اگر یہ
ثابت ہو جائے کہ ان میں جو نہیں ہے تو یقین کرنا پڑے گا کہ ان کتاب اللہ سے اوپر نہیں آیا ہی
طرح اگر ایک خدا کے سوا کئی خداؤں کا وجود اور تو زمین و آسمان کا تباہ ہونا لازم آتا ہے۔ لیکن ہم
بالبدہت دیکھتے ہیں کہ زمین و آسمان تباہ نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ ایک خدا کے سوا کئی خدا
نہیں ہیں البتہ اس میں لازم کا ثابت کرنا باقی ہے کہ کئی خداؤں کے ہونے سے آسمان زمین کی
تباہی کیوں لازم آتی ہے۔ سوا کے بھی قرآن نے دوسری آیت میں بتا دیا ہے کہ اگر کئی خدا ہوتے
تو اپنی اپنی مخلوق کو دیکر غور ہو جاتے جیسے ایک کی مخلوق کو دوسرے کی مخلوق سے کچھ
تعلق نہ ہوتا لیکن مخلوقات میں غور کرنے سے حکم معلوم ہو گیا ہے کہ تمام مخلوقات اپنے وجود
میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اگر ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہ ہو تو سب کچھ تباہ ہو جائے
اس لئے چلے قیاس شرعی کی طرف جزا کا لازم ثابت ہو گیا۔

چھٹی دلیل خدا کے وجود پر وہ ہے جو عالم انسانی کے تمام افراد کے اتفاق ملے کو بیان کر کے
استدلال کیا ہے اور جس امر پر تمام جہان کا اتفاق رہا ہے اس کے تسلیم کرنے کو بھی
ہر ایک کا دل آمادہ ہوتا ہے چنانچہ اس قسم کا استدلال ایسی آیات سے ثابت ہوتا ہے
جہاں فرمایا ہے کہ کس کی ہے زمین اور جو کچھ ہے اُس میں ہے بتاؤ اگر تم کو معلوم ہو البتہ
کہیں گے اللہ کی ہے۔ اس طرح کی چند آیتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں ان کا مدعا یہ ہے کہ کوئی
شخص کسی مذہب اور رائے کا ہو اس بات کا ضرور اقرار کرتا ہے کہ خالق اس عالم کا ایک ضرور
ہے جس کو عرب اللہ کہتے ہیں جب سب کی لئے یہی ہے تو پھر اُس مجبور کے ساتھ وہی معاملہ کن
چاہئے جو اس کا حق ہے۔ اس دلیل کی صحت کی وجہ یہ ہے کہ جو شے حواس سے غائب ہو اور
کوئی استدلال قطعی اور شہادت بخیر اس کے ثبوت کے لئے موجود نہ ہو تو اس کی نسبت قرآن
میں ہونا ضرور ہے لیکن جس ایسی شے کی نسبت اختلاف ملے نہیں ہے تو ضرور اُس کے لئے
کوئی شہادت اور دلیل قطعی ہوگی گو ہر ایک شخص کو وہ دلیل معلوم ہو مگر اس کا نتیجہ سب کے
نزدیک ہے احبابِ حلیم ہوتا۔ اس وجہ سے یہ چھٹی دلیل بھی خدا پر ایمان لانے کے لئے ہمارے پاس

نہ کرے کہے کا ہے۔

ساتویں دلیل وجدان کی شہادت ہے یہ دلیل القاطنہ کی دلیل ہے جس پر ہی ہے
کیونکہ القاطنہ سے تو دوسروں کی صحیح شہادت پر بھی جو جاتا ہے لیکن وجدانی شہادت
ہر ایک کی طبیعت سے پیدا ہوتی ہے جس کے تسلیم کرنے پر ہر شخص جتنا مجبور ہوتا ہے گو
محمول تسلیم و تربیت کے کوئی شخص اپنی وجدانیات میں بھی شک کرنے لگے جیسے کہ اس
شک اصلی مرعاکو کمزور نہیں کر دیتا ایسی نظریں جہاں میں شک کوئی نہیں کر لوگوں نے
اپنے نفس کے وجود میں بھی شک کیا ہے کہ عقل مندوں کی اسے میں ایسے دھوکے ہوتا
کے قابل نہیں ہوتے اگر کوئی شخص کہے کہ وجدانیات کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے تو یہ بات سچ
ہے کیونکہ وجدانیات ایسے ہیں کہ ان کی صحت کے لئے دلیل کی حاجت نہیں ہوتی اور
نکوئی دلیل ان پر قائم ہو سکتی ہے اور اگر دلیل کے نہ ہونے سے وجدانیات کی صحت کا انکار کیا
جائے تو جہان میں کوئی علم صحیح نہ رہے کیونکہ سب عبادات کا سرچ آخر کو وجدان کی طرف ہی
ہوتا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ احساسات کے خارج بھی وجود پر کوئی دلیل نہیں ہے اس واسطے ان کا
وجود خارج بھی ہی تسلیم نہ کیا جائے تو بس تمام علوم کا ہی میں خاتمہ ہو جائے غرض وجدانیات کو
ہمیں اس طرح ماننا پڑتا ہے جس طرح ریاضی میں علوم متعارف کو ماننے ہیں اگر علوم متعارف نہ ماننے
جائیں تو کوئی مسئلہ اقلیدس کا ثابت ہو نہ حساب کا۔

قرآن شریف نے اس وجدانی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "ایا کس نے
پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اوتار ا اوپر کے پانی اور پھینکا اسے اُس سے پانی و ریح و اے
تم کو طاقت نہیں کہ تم اوجھالو اُس کے درختوں کو آیا کوئی مجبور ہے خدا کے ساتھ ؟ بلکہ وہ ایک
جماعت ہے کہ بے راہ چلتی ہے"

اس کے بعد کی چند آیتیں اسی مضمون کی اور کچھ گہری ہیں یعنی ان باتوں کو تو ہر ایک کا دل مانتا
ہے کہ خدا کے ساتھ کوئی مجبور نہیں ہے مگر پھر جان بوجھ کر بے راہ ہو جاتے ہیں۔

آٹھویں دلیل سب دلائل مذکورہ سے بچتہ معلوم ہوتی ہے جو حق الیقین کے ہر جہت پہنچائی
ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک انسان صفت کے اور ایک سے موصوف کے وجود پر ایسا یقین کرتا

ہے کہ اس کے ساتھ ایک مقدار چھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ شدت سب چیزوں کی گھڑی کی گھڑی
جانی ہوتی جگہ میں تو اس کی حرکت شدت رنگ و قیو کے اور ایک سے میل گھڑی کے
وجود کا یقین کر سکتے ہیں مگر ان صفات سے ہر حکم اس کے وجود کا یقین ہوتا ہے اس طرح
سب چیز چنان کی وجودات میں علم حرکت قدرت کے نشان پختہ ہیں تو ان سے
علم قدرت کے وجود کا یقین کر سکتے ہیں اس سے قدر پر دیگر طرف سے بات کیا ثابت کرتے
ہیں کہ تمام علامات قانون قدرت میں اگرچہ حقیقت ہیں اور اس بات کے مقرر ہو جاتے ہیں
کہ کوئی ان صفات کا موصوف اور اس قانون کا مستحق ہے لیکن اس کے وجود کا ان بان
سے اقرا نہیں کر لے پائے انصافی نہیں تو اور کیا ہے یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی
تخص کے کھیکو اپنا اور دوسری ہشت یا کما علم ہے میں سنا ہوں دیکھتا ہوں کہتا ہوں
یتاہوں چلتا ہوں سوتا ہوں اور کام کرتا ہوں مگر سب صفتیں قانون قدرت سے ہیں
ان صفات کے سوا اور کچھ نہیں ہیں جیسا کہ اس شخص موصوف اور اس کے موصوف کے
تو اور کیا کہا جاسکتا ہے اسی طرح ہر کسے کے کہ جہاں میں گئی ہو وہی سختی و دشمنی ہر طاقت
و نظام سب کچھ ہے تو ان صفات کا موصوف کوئی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام صفات عالم کو پیش کر کے والی اور پر جان کی گئی ہیں سب اسی دلیل
کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور کہیں کہیں کہ آسمان میں ہی اللہ ہے اور زمین میں ہی اللہ ہے
کہ میں فرمایا ہے کہ اللہ کو جسے آسمان و زمین کا بانی ہے اس طرح سے ظاہر نہیں ہوتا ہے
ظاہر ہی انکشاف کا اسی طرح سے اللہ صمد و دائم انکشاف کا اور کہیں بتلایا ہے کہ وہی
دل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے یہ تمام سورتوں میں وجود واحد کے شہادت کی
آیات دینا ہے۔

چونکہ قرآن کا طرز بیان انسان کے طرز بیان سے علیحدہ ہے اس میں انسان کا نام کار نامہ
نہیں آیا جتنا کہ جو عبارت ہو اس سے ایک ہی مطلب مقصود ہو نہیں سکتا اس کی ایک
ایک آیت کئی کئی قسم کے دلائل اور اسرار اور نکات رکھتی ہے جو غور و تامل کر غیر الاول
پر واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ وہ کہہ دے کہ وہ لایق قرآنی بیان کے لئے ہیں جس سے یہاں لفظ
 "توحید" کی ذات صفات پر ایمان آتا ہے بڑی خوبی اور شجاعت کے ساتھ
 اس میں ثابت کیا گیا ہے اور غریب و غریب و غریب کے فریادوں سے ان مطالب کو
 خوب نہیں کرایا گیا ہے کیا ایمان کے اصول کی کسی خوبی کے ساتھ ان کی فریادیں
 یہ بیان ہوئے ہیں یا لفظ و لایق کہیں وہ ایمان میں اپنے ہاتھ ہیں یا سب سے
 بڑا مسئلہ ایمان کا جو توحید و استقامت باری ہے ایسے واضح و لایق اور تاکیدی احکام سے کسی
 کتاب کے تعلیم نہیں کیا گیا قرآن کے تعلیم کیا ہے۔ لیکن قرآن ہمارے ہی تبتا ہے کہ کچھ
 سب قوموں میں باریت کرنے والے آئے ہیں اور سوائے توحید کے شریک کسی نے نہیں
 سکھایا اس لئے مسلمانوں کے اعتقاد کے موافق ہی کوئی الہامی کتاب توحید کے علم کے خالی
 نہیں ہے لیکن ان کے برابر کا تعلیم کسی میں نہیں۔

دوسرا اصول غیبی خدا کی عبادت ہے جو تمام مذہبوں میں پایا جاتا ہے اب اول
 ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ عبادت کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے اور انسان کو
 اس کی ضرورت کیوں ہے۔

تمام مذہبوں کے عبادت کے طریقوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے وسیع
 کی محبت اور تعلیم کے اظہار کو عبادت کہتے ہیں خواہ کوئی شخص اپنے والدین کی عبادت
 کرے یا پیر مرشد کی یا حاکم کی یا کسی اور جسمانی یا روحانی ہستی کی یا خدا کی مگر سب میں یہی وہ
 عنصر پائے جاتے ہیں اتنا فرق ضرور ہے کہ بعض مذہبوں کی عبادت میں محبت کے نشان
 زیادہ ظاہر کئے جاتے ہیں اور بعض میں تعلیم کے۔

مقصود سب کی عبادت کا اپنی اپنی حاجتوں کا حاصل کرنا ہے خواہ وہ حاجتیں جسمانی ہوں
 یا روحانی اور خواہ وہ حاجتیں اسی جہان کی ہوں یا دوسرے جہان کی۔

انسان کے لئے عبادت کی ضرورت تو ظاہر ہے کیونکہ جس کام پر اس کی حاجت روا ہے وہ خوف
 ہے وہ کام بھی اس کے لئے ضروری ہے۔

عبادت کے طریقے مختلف قوموں میں مختلف ہیں کوئی اپنے معبود پر چھوٹا خوشبوئیں پڑھتا

ہے اس پر عمل کرنا۔ جو خود ہوتا ہے کوئی اس کے نام پر کسی جان کو قربان کرنا ہے کہ کسی اپنے جسم کی حرکات سے غلام ہو کر رہے کوئی اس کے نام پر چھتا ہوں کو ہوتا ہے کوئی اس کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اپنے جسم کو پہنچاتا ہے۔ یہ کے سوائے کے لئے برداشت کرتا ہے بعض لوگ تو قربانی کرنے اور تکلیف اٹھانے میں وہاں تک پہنچ کر رہتے ہیں کہ اپنے عزیزوں کی یا خود اپنی جانوں کو قربان کر دیتے ہیں انسانی قربانیاں بعض مذہبوں میں پہلے زمانہ میں کی جاتی تھیں بلکہ اب بھی ہندوستان میں اولاد کو گھٹا کی قدر کر دینا اور جنگیں ناچھجی کے رتھ کے پیٹے کے نیچے آکر چرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں اور زمین پر سونائے پاؤں سفر کرنا خدا کی بیاں تک کسی کرنے کہ بعض اوقات بھوک پیاس سے رجائا نفسانی خواہشوں کو بالکل بند کر دینا۔ مجرور زندگی بسر کرنی کسی عضو کو سست یا پکار کر دینا یا کسی عضو کو کاٹ ڈالنا بھی عبادت میں شمار کیا جاتا ہے زبان سے محبوب اور معبود کے نام کو بار بار یاد کرنا اس کی تعریف کرنا اور دل میں اسی کا تصور کرنا اور اسی سے دعا مانگنا غرض ایسے طریقے عبادت کے ہیں۔

کے جان میں موجود ہیں مگر ان تمام باتوں سے اصلی مقصود اظہار محبت و تعظیم ہے۔ نذرانہ عذر کیا جانے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت میں ہی عبادت کی ضرورت ڈالی گئی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں اگر کسی انسان سے محبت ہو جاتی ہے تو طبیعت خود بخود اس کی خدمت اور خوشامد میں اپنے اور پر تکلیف گزار کرنے کو رجحان کر تتی ہے۔ ایک ہندو بزرگ کا قصہ مشہور ہے کہ اس نے ایک رشتہ اپنی محبوبہ کے ہم کو سیر ہو کر بچھا اور پھر اپنی دونوں آنکھوں کو نابینا کر دیا تھا کہ وہ موت کے بعد کسی اور کے چہرہ کو نہ دیکھے۔ اور ایک عیسائی میں نے لاہور میں دیکھا ہے جو اپنی محبوبہ سے بیاہ کرنے پر قادر نہ ہو سکا تو اس نے قسم کھائی کہ تمام عمر بیاہ نہ کروں گا۔ غرض یہ دنیاوی محبت کے جذبہ کا ایسا اثر ہوتا ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ دائمی محبت کی خاطر اگر اس کو کامل محبت ہو تو کیا کچھ نہیں کر سکتا اور جس انسان کو کوئی شخص اپنا حاکم یا اختیار خیال کرے تو اس کی تعظیم میں بھی تکلیف اور صرف کرنے کو اپنی بیہودگی کا موجب سمجھتا ہے اور اس لئے خوشی سے برداشت کرتا ہے اور جس کو کوئی شخص اپنا بست بڑا محسن اور نیکو حاکم اور نیکو خدا کرنے پر قادر خیال کرے تو اس کے لئے محبت اور تعظیم کے نشان

عمر اور خوشی کے ساتھ غلام کر کے لوٹا سکا رہا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے
 "مَنْ يَسْعَىٰ دَعَا كَمَنْ يَسْعَىٰ بِطَرَفِ قَارٍ" تمام اُمیدوں کا بھار اور تمام قوتوں کا سبب ہے
 اور اس سے بڑھ کر انسان کی فطری عقل میں عبادت کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟
 لیکن صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ عبادت سے صرف ایک طبعی عذاب کا بھار
 کو اٹھانے کا مقصد ہے بلکہ حقیقت میں عبادت کرنے سے عباد کے ساتھ "ایسا قرب حاصل
 ہوتا ہے" کہ وہ ایک فطری حاجت کو جو دنیاوی زندگی اور خوشی کے نام سے جسم
 کی بجائی سے حاصل کرنے کا سبب ہوتا ہے تب ہی فطر عبادت کی حاجت سے انسان کو
 کی فطرت میں اپنی جہالتی ہے مگر انسان کی عقل اور فطرت اس حاجت کو مناسب طریق
 اور مناسب حد پر چلنے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی اس لئے اس کام میں بھی کسی
 خاطر فطرت کی ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے "اگر فراط اور تقریط نہ ہوتے پائے
 مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔"

ایمان و رحمت ہے اور عبادت اس کا پل ہے بغیر رحمت کے پل کا
 روجہ نہیں ہو سکتا اور بغیر پل کے رحمت کیجا رہتا ہے اس لئے ہر ایک مذہب ایمان
 کے ساتھ عبادت کی تعلیم ضرور کرتا ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ قرآن نے کیا عمدہ طریق عبادت کا تعلیم کیا ہے کہ
 جس میں وہ تمام فطری طریق جو اور پر بیان کئے گئے ہیں جو انکے میں گئے اور یہ ایک اخلاقی اور
 تقریباً کو منع کر دیا نہ انسانی قربانی کو جائز رکھا بلکہ کسی عباد کے بیکار کرنے کی بات ہی
 نہ رہا نیت اور عبادت سے زیادہ اہم کسی شے کی بجائی بلکہ چرخی کسی طریق عبادت
 کو نہیں چھوڑا۔

maablib.com

قرآن میں پانچ عباد ہیں لازمی اور ہر ایک کے ساتھ ایک عباد ہے۔
 ۱۔ زکوٰۃ جو محتاج علاوہ فراہم مذکورہ کے جو عباد عبادت سے حاصل ہوتے ہیں
 ہر ایک طریق عبادت میں ظاہر ہی اور علیحدہ ذرا ہے۔
 نماز میں جو پانچ وقت یا تین وقت اور روزہ کسی عبادت میں شامل ہے۔

شرع کی کسی ہے اس کے بعد قیام رکوع سجود و مساجد میں جو عبادت و عبادت کا عجز اور
 حالت کا برکت ہے اور ان تمام رکعات میں خدا کی تعریف اور شکر ہے۔ عبادت کا
 سے کہلاتی ہے اور اس کے بعد قرآن کا پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن سے
 پتہ چلتا ہے کہ اس کی تعریف نہیں کر سکتا اور علاوہ تعریف کے اور دین کی باتوں کے
 اس میں تعلیم ہے جسکو عبادت کی حالت میں پڑھنے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اگر کوئی
 شخص پتہ نہ لگے کہ یہ پڑھتا ہے تب بھی یہ اعتقاد کہ میں خدا کی عبادت میں
 خدا کی کلام پڑھ رہا ہوں کچھ کچھ اثر کرتا ہے مگر اصلی عرصہ نماز کی جب ہی حاصل ہوتی
 ہے تب سمجھ کر پڑھی جائے چنانچہ قرآن شریف میں ایک جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے
 کہ اے ایمان والو! تمہارے قریب مت جاؤ جب تم نے کچھ حالت میں ہو یا تنگ کر
 سمجھو جو کچھ بولتے ہو۔ اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن کو سمجھ کر
 پڑھنا ضروری ہے۔

اور کئی مرتبہ خدا کی حضور میں حاضر ہونا اور اسکو سوا دیکھنا
 کے یا کرنا انسان کی روح کے لئے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے اور نیز پھر
 کسی وقت اسکی یاد دل سے نہیں جھولتی اسلئے وہ غفلت جسکے باعث گناہ زیادہ
 ہوتے ہیں اور نیکی نہیں ہو سکتی اکثر دور ہو جاتی ہے محبت الہی پڑھتی جاتی ہے
 اور دنیاوی محبت کم ہوتی جاتی ہے یہی اصول غایت الہی کے لئے ضروری ہے
 اسلئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز سے گناہ اور نافرمانی سے روکتی ہے نماز میں
 جسمانی طہارت کی شرط اسلئے لگائی ہے کہ اس دنیا میں جسم اور روح کا ایسا تعلق
 اور ارتباط ہے کہ ایک کا اثر دوسرے پر ضرور ہوتا ہے چنانچہ یہ بات تو مشاہدہ سے
 ظاہر ہے کہ داعی بیمار یوں میں روحانی خود میں بھی مختل ہو جاتے ہیں مگر روحانی عالم
 روح غم فکر وغیرہ جسم کو لا غور کرتی ہیں جسم کے بغیر روح کچھ نہیں کر سکتی اور روح بغیر
 جسم کے رستہ اسلئے جب خدا کے حضور میں عبادت کے لئے حاضر ہونا ہو تو ضرور
 کہ روح و حیالات اور برائی آلودگیوں سے پاک ہو لیکن روح اور جسم کے باہمی تعلق

تعبور کئے کے باعث ضروری ہوگا کہ جسم جسمانی آلودگیوں سے پاک ہو تاکہ اس کی صفائی کا
 انوراج کی صفائی کو مدد دیوے اور نیز غار مسلمانوں کے اعتقاد کے موافق خدا کے
 حضور میں حاضر ہونے کا موقع ہے جس سے انسان دل کھول کر اپنی محنت اور تعلیم کا
 انحصار کرنا چاہتا ہے اور چونکہ اسے موقعہ درویشی و محنت کے سامنے انسان کم
 سے کم ایسے ظاہر کو خوب دیرت کر کے جاتا ہے اور بہت سے اس کا حال کہہا ہے
 ہر ایک ظاہری عیب نقص اور نمایا کی سے اپنے آنکھوں سے کر کے اس کے خصوص
 میں جاننا ہے تو حکم الحاکمین کے رو برو جائے کے لئے تو ظاہری اور باطنی
 دونوں صفایاں ضروری ہیں۔

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ نماز کا فائدہ بیا گیا ہے وہ بہت نادانوں میں نہیں
 پایا جاتا ہے خدا کا خوف کرنا و تقویٰ کسی کی محبت و نیادہ محبت کی طلب و عیب و
 غار نہ ہے واللہ کی عفتیں نہیں ہیں یہ بات سچ ہے لیکن سبکی و صیہ نہیں ہے کہ وہ
 ان کے میں صیغ ہے بلکہ وہ وہ ہے کہ یہ لوگ نماز کو نماز سمجھ کر کے سہلے جاتے ہیں
 بہتے صرف رواج ہوتا کرتے کے لئے یا وہ کھلا دے کے لئے جاتے ہیں وہ نقص نماز
 کا نہیں ہے بلکہ نماز کو لا کر سے دے دے کے باعث ہے۔ ایسا ہی حال دنیاوی معاملوں
 کا ہے مثلاً غذا انسان کی صحت اور حیات قائم کرنے کے لئے ضروری ہے مگر لوگ غذا
 کو نامناسب طرح استعمال کرتے ہیں یہی غذا کے لئے مضر و مسموم کا باعث ہو جاتی
 ہے مگر ممکن نہیں کہ جو شخص نماز قائم کرے اسے اس کا فائدہ نہ ہو اور اس کو نماز کا فائدہ
 نہ ہو۔

دوسری عبادت اللہ کے ہیں اسکا بڑا فائدہ جو عام عبادت سے مقصود ہے
 اور پریا گیا ہے مگر ان کے خاص فوائد اور بے شمار ہیں جو عام عبادت سے مقصود ہے
 کا پورا پورا مطیع ہونے تمام جذبات اور شہوات کو اس کی مرضی کا فرمانبردار کر دیتا ہے
 جو کہ اور جذبات اور شہوات کے وقت مقرر نہیں ہوتے اس واسطے کہ ضبط اور اصلاح
 کرنے کی عام طور پر تعلیم دیکھی ہے لیکن کھانے پینے کے اوقات و مقرر ہوتے ہیں

ان عادتوں کو ضبط کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے سال میں ایک ایسا مہینہ مقرر کر دیا
گیا ہے کہ وہیں غلات معمولی عادت کے روز ایک وقت صرف ایک اور کو ضبط کیا جائے
اور نیز عموماً انسان کہانے پینے میں ہمیشہ اعتدال کو ملحوظ رکھتا ہے جس سے نفسانی
عادات آگے غالب ہو جاتے ہیں اور جسمانی صحت بھی درست نہیں رہتی تو سال میں
ایک مہینے کے لئے ایسا پرہیز کرنا ان دونوں خرابیوں کی اصلاح کا باعث ہو جاتا ہے
چنانچہ ایک عیسائی عالم کی یہی پہچان ہے کہ ہمیشہ سیر ہو کر کہانے پینے سے جہنم
کی رگیں اور دوسری سافذتیں رہتی ہیں اگر ہمیشہ اس حالت پر رہیں تو انکی لچک کی طاقت
جانی ہے جس سے عام صفت جسمانی اور بہت قسم کی بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ
ہو اسلئے نظم و انضباط سال میں کچھ مدت روزہ رکھنا چاہئے تاکہ رگیں وغیرہ اس
حصہ تناؤ سے خالی رہ کر برطانت پکڑ جائیں مگر یہ فائدہ روزہ کا طبعی ہے اور یہ
نہ انکی صحت ہے کہ اس نے عبادتیں اور سطح کی سفر کی ہیں جو علاوہ مذہبی فوائد کو
دیاری فوائد بھی رکھتی ہیں۔ ورنہ اصلی غرض روزے کی وہ ہے جو ادب پر بیان

کی گئی ہے، تیسری عبادت جو زکوٰۃ ہے اس سے اول تو وہ ہی فائدہ ہوتا ہے

جو تمام عبادتوں سے منصوص ہے علاوہ اسکے قرآن میں زکوٰۃ کے اخراجات کے موقع
میان کئے گئے ہیں جسے بندہ ہی سمجھتا ہے اور نظام معاشرت اور مملکت کا بخوبی چل سکے
مثلاً مسافروں ہنسیوں محتاج ہو گویا غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا رفاہ عام کے کاموں میں
صحت کرنا اور تنظیم معاشرت کی اور ملکی خدمت کرنے والوں کو اور کمپنوں سے شخصیات اور جہان
زکوٰۃ کے اور صدقہ مسند کوئی چاہئے دیوے اسکی ہی قرآن میں رعبیب و نجی

maablib.com

ہے مگر فرض نہیں ہے جو بھی عبادت حج ہے جبکا ادا کرنا ہر ایک مسلمان صاحب وصحت پر عمر میں
ایک مرتبہ فرض ہے اس میں بھی عام عبادت کے فائدہ کے سوا اور بہت بڑے بڑے فوائد
میں دنیا ملک و قوم کا فائدہ ہے کہ جہاں سے اسلام کی ابتدا ہوئی اور جہاں پیر اسلام کی

شہر کی آباد کاریں موجود ہیں اور تاقیام اسلام موجود رہیگی وہاں نقد کر کے مانتے سے
 اور ان اسلامی آباد کاریں زیادہ سے زیادہ سکھنے سے اور پانہی اسلام کی سولہ اور مسکن کے
 شہر میں جاسکتے اور اس بات پر غور کرنے سے کہ ایک مرتبہ جہاں تمام جہاں سے بڑے
 تاریخی اور جہالت چھالی ہوئی تھی پھر کس طرح سے خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کے جوتے
 تمام نور اور علم کا منبع اسی جگہ پیدا کر دیا جس سے تمام جہاں کو فیض ہوا یہ سب خیالات
 مسلمانوں کے دین و ایمان کو ایسا تازہ کر دیتے ہیں کہ مدت تک اور عکس اثر رہتا ہے۔
 اور وہ سہی اسلام کی مرکز میں ہر سال لاکھوں مسلمانوں کا مختلف ملکوں سے آکر جمع ہونا
 اسلامی اتحاد اور اتفاق کو بڑھاتا ہے۔ وہاں جاکر مختلف قومیں ایک دوسری کے حالات و
 واقف ہوتی رہتی ہیں اسلئے ان تمام میں اتحاد و مذہبی قائم رہتا ہے جو کچھ زمانے کے اثر
 سے مسلمانوں کے حالات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے وہاں جاکر ایسی اصلاح ہو جاتی ہے
 اور جو لوگ وہاں سے واپس آکر اپنے ملک میں اس جگہ کے حالات سناتے ہیں اور دوسرے
 ملکوں کی قومیں جو وہاں جمع ہوتی ہیں ان کے حالات بتلاتی ہیں تو اس تعلق باہمی سے وہ
 فوائد حاصل ہوتے ہیں جو آج دنیا میں چاہا اور ڈاک تاریخی برقی ریل وغیرہ سے تمدنی اور علمی
 ترقی کو دوسری قومیں جو تکہ زمین کے مسلمانوں میں جمع کا وسیع کم ہے اور اگرچہ وہاں لاکھوں
 مسلمان آج موجود ہیں لیکن ان کی حالت ایسی سنی گئی ہے کہ اگر دنیا میں سے کہیں کا مسلمان
 ان کو دیکھے تو ان کو مسلمان نہ سمجھے۔ ان کی قومی و راج و رسوم جگہ عبادات کے طریقہ نہیں
 ہی تمام دنیا کے مسلمانوں سے انفرادیت ہو گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مرکز اسلام میں
 ہر سال وہاں سے مسلمان نہیں جاسکتے ہیں اسلئے ان کو قومی شکست ہے اسلئے زمانے کے معمول
 غیرت کے باعث ان کے یہی حالات میں تغیر ہو گیا ہے۔

یہ چاروں طریق عبادت کے ایسے مذہب اور سائنس و معیہ ہیں کہ جنکی نظر
 کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی مگر چارے نام اسلام میں ہی مختلف فرقہ پیدا ہو گئے
 ہیں لیکن سوائے سنی شیعہ اور خارجی کے اور کسی فرقہ کے نام کے سوا کچھ پاتے نہیں ہے اور
 اصول اسلام میں یہ تغیرات کچھ بھی مختلف نہیں ہیں صرف صحابہ کے زمانہ میں جو کچھ اثر ہوا

ہو میں جس کو بھی بتا دیکھو وہ خارجی ذروعات میں مختلف ہو گئے ہیں وہ ایمان اور باقی
 ارکان اسلام ہیں چاروں عبادتیں سب میں یکساں موجود ہیں اور جتنی شامعی و عقیدہ کا تو کچھ
 اختلاف نہیں ہے نہ کوئی حق ہے بلکہ سب کو سزا جاتا ہے۔

سپرستی کو قرآن نے بڑی عقل و دلائل سے دھکے دے اس میں گناہ کی نذر
 بڑی سخت نڈائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ خدا جس گناہ کو چاہے گناہ کہے گا مگر شرک کو کہیں
 نہیں کہے گا اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ یا خدا کہ شریک بنائے میں وہ لوگ ان میں سے ہیں
 جو کچھ پیدا نہیں کرتے ہیں اور وہ خود پیدا کی گئی ہیں۔ وہ وہ ان کو کہنے سے اسے عابد و مکتوبہ و مکتوبی
 ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ وہ خود ہی کرتے ہیں اور اگر تم ان کو بلاؤ گے کہ کھڑے ہو گے تو کہیں سے چلے
 تمہارے خواہ تم ان کو بلاؤ یا خاموش رہو بیشک جن کو تم بلاؤ گے وہ ان کے سوا وہ بندے
 میں تمہارے مانند پکارا دیکھو ان کو تاکہ جواب دیں وہ تم کو اگر تم کہے ہو کیا ان کے پاؤں میں
 جسے وہ چلتے ہیں یا ان کے ماتھے میں جسے وہ پڑھتے ہیں یا ان کی آنکھیں میں جسے وہ دیکھتے
 ہیں یا ان کے کان میں جسے وہ سنتے ہیں کہ ان کے لئے کچھ کہ بلاؤ گے بناؤ گی شرک کو کہ تمہارا
 پیغام میں مجھ کو اور مجھ کو سب سے دور۔

ان آیتوں میں ہم بات سمجھانی ہے کہ شرک جسکی عبادت کرتے ہیں۔
 تو کبھی طاقت نہیں رکھتے خود سب سے ہیں تو ہم انکی عبادت کبہ رست ہو سکتی ہے۔
 چونکہ شرک یا باہر اور ظاہر گناہ ہے کہ کوئی عقلمند ہی اس کو جائز نہیں کہہ سکتا
 اسلئے جو لوگ مذہب کی قید کے باعث اس گناہ کی حمایت کرتے ہیں وہ یہ جواب دیتے ہیں
 کہ ہم تو کو یا کسی مخلوق کو نہیں کہہ جتے بلکہ تمام مخلوقات میں خدا کا نور ظاہر ہوتا ہے اسلئے
 کسی چیز کو سامنے کہہ کر اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جسکی قدرت اور میں نمایاں ہوتی ہے اور
 دوسرے کو سامنے رکھتے ہیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ عابد کا دل وسوخت فتنہ نہیں ہوتا
 بلکہ ایک محسوس ہے کہ پر خیال اچھا ہوتا ہے تو اس کے واسطے سے اسلی خدا کی عبادت کرتے
 ہیں لیکن یہ جواب سمجھ میں معلوم ہوتا کیونکہ اول تو اسی مخلوق کے نام پر روزہ بھی نہ کہتے
 میں اسی کے نام پر خیرات کرتے ہیں حالانکہ ان عبادتوں کی بوقت غلطی کر چکے ہیں

اور گوشت نہیں کہتے۔ علامہ کے اور کئے الفاظ کے موافق یہ کہ ایک مملکت و ہونا و غیر جسم
 ہونا پہلی ہے پھر ہونا دہلی تصویر کے کہ ہر جہ کی عبادت کا بیان قیاس ہے اور نیز
 خدا کی عبادت میں ہمارا بڑا مقصد یہ ہونا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ اس ذات بسیط
 ہونا ہمیں صفات خدا کے عبادت کریں تاکہ جاری روح کو اس سے قرب حاصل ہو۔
 اور جب آگاہ ہو گئے ہمارے ایک مقدمہ یہ کہ ہر جہ کی عبادت کی تو ظاہر ہے کہ تصویر
 محمد سے عبادت کی ہے حادث ہے وہ تو ہمارے خیال کو اور زیادہ سستی کی طرف راہ لگائی۔
 جتنا زیادہ ہم اپنے دل کو محمد و چہروں میں لگائیں گے اور بقدر روح کو ہمارے حاصل ہوگی
 بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ سلمان جو اللہ کا نام نہ عبادت کرتے ہیں
 تو لفظ اللہ ہی محمد ہے اور صرف اپنے کسی کی ایک علامت ہے اگر کسی تصویر کو دیکھ
 علامت مقرر کر کے عبادت کی تو اللہ کی عبادت اور تصویر کی عبادت میں کیا فرق ہو لیکر
 یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اول تو کوئی سلمان لفظ اللہ کا تصویر نہ لکھا ہوگی عبادت نہیں
 کرتا وہ سر کے الفاظ محمد و داور غیر محمد و لکھ محمد و م کے لئے ہی استعمال کئے جاتے ہیں مگر
 لفظ گوشت اپنے معانی کی علامت کہہ تو کہہ علامت ایسی ہوتی ہے کہ مماثلت کا لگانا اس میں بالکل
 نہیں ہوتا اور وہ عین با خدا کی تعریف میں جو شخص الفاظ استعمال کرتا ہے وہ اس طرح استعمال کرتا
 ہے جیسے اپنے جسم کی حرکات سکناات کو استعمال کرتا ہے اس کا جسم ہی محمد و ہے اور کے
 الفاظ ہی محمد و ہیں جو عبادت کرتے ہیں کا یہ ہونا چاہئے کہ عبادت نہیں کیا جاتی
 اگر کوئی شخص لفظ اللہ کا لکھتا ہے کہ ہر جہ کی عبادت کر کے تو بیشک وہ خدا میں اور سزا سکتا
 مگر ایسا کوئی سلمان نہیں کرتا بلکہ اس کے تصویر میں جیسے اصل کے ساتھ مماثلت کا خیال ہوتا ہے
 تصویر کو دیکھ کر بھی خیال پیدا ہوگا کہ اس کی تصویر جیسے ایک شکل ایسی ہی ہے۔ یہ تصویر کے
 ساتھ وہ معاملہ کیا جاتا ہے جو محبوب کے ساتھ کیا جاتا ہے تھا حالانکہ لفظ اللہ کی سادہ کوئی
 اس طرح نہیں کرتا اور عبادت تو اس لئے کرتے ہیں کہ دنیاوی حد اور صفت سے روح کو بچھ
 حاصل ہو کہ بقدر یہ کہ ایسے وقت میں سامنے کہنا اور وسیع و بیان لگانا اصل مقصود کو بتا
 کر دیتا ہے۔

بعض لوگ اصرار میں کیا کرتے ہیں کہ مسلمان جو کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہتے
 ہیں وہی ایک طرف کی طرف چلتی ہے لیکن یہ اعتراض اور سوچ صحیح ہے کہ جب کوئی
 کعبہ کو سجدہ دیا ہو وہاں نہ خیال کرے یا اوس میں کعبہ کی طرف منہ کرے یا کوئی مسجد کی طرف
 منہ کرے یا نماز میں اور کعبہ کی طرف منہ کرے یا کسی مسجد کی طرف منہ کرے جو وہ
 دہشت ایک مسجد ہے جو اول اول خدا کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے جو کعبہ اور کعبہ بنائی
 نے اس ملک میں تو سید کے مذہب کی بنا ڈالی تھی اور وہی تو سید اسلام کے سکھائی
 تھی اسلئے پہلے مسلم کی مسجد کو یاد رکھو کہ نماز کی سمت مقرر کیا ہے اور دوسرے
 تمام مسلمانوں میں اتفاق رکھنے کی غرض سے اور ان کی عبادت کی سمت بھی ایکجا مقرر کرنی چاہئے
 تھی اسلئے اس سمت کو سجدہ مقرر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور اگر حکومت مقرر
 کیجاتی اور سپرد ہی مخالف عہد اعتقاد میں کر سکتا تھا کہ اس سمت کی عبادت کیجاتی ہے مگر اصل
 بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی نماز کی صورت ایسی ہے کہ اس کے لئے کسی نہ کسی سمت کی ضرورت
 ہے اسلئے ایک پیر کی مسجد کو جو پڑانے والے میں خلاص خدا کی عبادت کیواسلئے بنائی
 گئی تھی اس مطلب کیلئے مقرر کرے سے اس کی پرستش لازم نہیں آتی۔ جیسے کوئی کعبہ
 جو عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں عبادت کرنے سے اس کی پرستش لازم نہیں
 آتی البتہ عبادت کی وقت کعبہ پر دل جٹانا یا اس کا تصور باندھنا ضروری ہوتا تو بیشک اس کی
 پرستش کا خیال ہو سکتا تھا اور جو ان کی پرستش کرنے والے تو صاف مقرر کرتے ہیں کہ ہم
 ان کو بتانا ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے لئے عہد ماریل صحیح نہیں البتہ اگر کوئی مسلمان
 کے کہ میں کعبہ کی پرستش کرتا ہوں تو بیشک وہ شرک ہے مسلمان اگر کہیں ایسی جگہ نماز پڑھتا
 ہو جہاں اس سے آدھو کی آدھو ہوتا ہو تو وہ اپنے ساتھ ایک پردہ کھڑا کر لیا کرتا ہے
 تو مقرر اس کے ساتھ کھڑا کرتے ہیں جہاں کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس پردہ کی عبادت
 کرتا ہے۔ جیسی حکمت تو قبلہ کے مقرر کرتے ہیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو تمام اہل
 اسلام میں سمت نماز میں ہی اتفاق ہے اور دوسرے پہلی مسجد جو ایک بڑے نبی سے
 خدا کی عبادت کیواسلئے بنائی ہے وہ اصلی مسجد بنائی جاسکے اور مسجد میں ایک نخل سمجھا جائے

تاکا سلی سلی مسجد کی یادگار۔ حبیبہ سلسلا لاں کے دیں میں تازہ ہے تاکا سلی سلی مسجد کی یادگار۔
انکے اتفاق و دست رکھنے میں مدد دینی ہے۔

تیسرا اصول مذہب کا۔ شکاب گناہ سے روکنا ہے اور جو تھا اصول نیکو کا
سکھانا یا نیکی کرنے کی ترقیب دینا ہے۔ یہ دونوں اصول جس کا دل اور واضح طریق سے
قرآن میں سکھلائے گئے ہیں اور اسکی تفسیر بھی کسی دوسری الہامی کتاب میں ملنی ناممکن ہے
اگر وہاں چھبکو قرآن کے اور احکام کا لحاظ نہ ہوتا وہاں فرمایا گیا ہے کہ اس طریق سے
بحث کرو اور نیک بات لوگوں سے کہو اور۔ ہر ہی بات کی سیکی نسبت زبان سے نہ نکالو۔
تو میں عام قاعدہ مثلاً کے صاف فقہی دوسری الہامی کتابوں کے نقص اور اس کے
لہجہ کے نقص بیاں کر کے قرآن کا امانت سے مقابلہ کرتا

سبلی "ایمانی" کتابیں اور ان کے مضمون کے بغض سے یہ مراد نہیں ہے
کہ معاذات وہ کتابیں اور وہ بزرگ علما کے قائل ہیں بلکہ قرآن شریف اور رسول عربی
کے مقابلہ میں ان کی تعلیم کامل نہیں ہے۔ مگر اسے اپنے رائے میں وہ سب کتابیں اور ان کے
مابین کامل تھے اور سب خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے اس لیے عام طور پر کہو اور نہیں
کسی میں تفاوت کرنا نہیں چاہیے۔

لیکن بعض طریق ہی ہے کہ نپے دعویٰ کو بغیر کسی پراعتقاد میں کہنے کے
ثابت کر دیا جاوے گا تو اسکا پورا التزام بحث کے موقع میں مشکل ہے۔ مگر یہاں تک جو اسکے
اچھے اسلئے میں حرف اصول بالا کی کامل تعلیم کا قرآن میں ثبوت دیتا ہوں اور اسید
کرتا ہوں کہ منصف طالب حق خود اسکا رد سہی کتابوں سے مقابلہ کر کے خود نکال دے
کہ کس کتاب کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اس موقع پر قرآن کی اوائی آیتوں کا پورا ترجمہ کرنا
جو گناہ سے بڑھتی ہیں وہ ایک کرنا ہی سکھانی میں اسکا پیش نہیں کیا جاتا اسلئے صرف چند
آیات کا ترجمہ اور چند آیات کا خلاصہ نو سے کے نو۔ ہر لکھا کہ یہ بات کہانی جاتی ہے کہ
قرآن کی اخلاقی تعلیم ہی نہایت اعلیٰ درجہ کی اور کامل ہے۔

بہت رستی کی ایک کھاد چوٹ پہنچے سے برسرِ گرد و آئے سماں کی

پورا کیا کرو۔ خدا کے ساتھ شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کیا کرو کسی عسکر
 قتل نہ کیا کرو۔ دولا کو قتل نہ کیا کرو۔ ظاہری اور باطنی جیانی کی باتوں سے تشریب
 نہ جایا کرو کسی نفس کو قتل نہ کیا کرو جسکو خدا نے حرام کیا ہے سوائے اہل موقع کے
 جہاں اور کس قتل کرنا حق ہے۔ میتوں کے مال کے قریب مت جایا کرو۔ بلکہ کسی بھلائی کی چیز میں
 سے جب تک وہ جو ان نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اور میزان کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔
 اور یہ بات کہ انصاف سے سچ کہا کرو۔ اگرچہ کسی قریبی کے خلاف ہو۔ اور خدا سے جو
 تم نے وعدہ عبودیت کا کیا ہے اور کو پورا کرو۔ خدا کے ساتھ دوسرا معبود مت بناؤ۔
 خدا نے حکم دیا ہے کہ سوائے اوسکے دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ والدین کے ساتھ
 بھلائی کرو۔ اگر ایک یا وہ اور نہیں سے ضعیف ہو جاؤیں پھر سے سامنے تو اذنی نسبت
 کراہت کو لفظ مت بول۔ اور اذنی کو ست چڑک۔ بلکہ اوسے اوس کی بات کیا کرو اور اگر
 سات عاجز ہی گیا کریم سے۔ اور خدا سے دعا کرو کہ تیرا دھرم کرے جیسے اہل حصول نے مجھ
 صغیر سنی کمال میں پرورش کیا تھا۔ قریبوں مسافروں اور سکینوں کو اور شکا حق میں
 لیکن غصہ غریب مت کر۔ قصود لہجہ لوگ شیطاں کے بھائی جیتے ہیں۔ اور اگر تیرے پاس
 اوس وقت دیے کو کچھ نہیں ہے۔ اور پھر تم کو اسید ہے کہ بھائی کے گاؤ اوس وقت اذنی کو
 نرمی سے جواب دے اور نہ بھائی کر اور نہ اصراف کرو نہ تم کو ملاست ہوگی اور تو بے لہر
 ہو جائے گا۔ نہا کے قریب مت جا کہ وہ بھائی اور برسی۔ اہ ہے۔ اور جس بات کا تم کو
 علم نہیں ہے اوسکے پیچھے لگ۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے
 گا۔ نہ من پر غصہ سے مت مل۔ کہو کہ نہ تو زمین کو پیاڑا دیکھتا ہے اور نہ پیاڑی کی برابر بند
 ہو سکتا ہے۔ یہ سب باتیں برسی میں اور خدا کی نظر میں مذکور ہیں۔ بے شک خلاصی پانے
 میں ایمان والے جو اپنی نمازیں عاجزی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور لغو کاموں سے پرہیز کرتے
 ہیں۔ نہ کو آوا کرتے ہیں اور اپنے پردے کے اعضا کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوا اپنی زچہ
 اور مملوک کے کہ اذنی کو کچھ پلاست نہیں ہے جو اسکے سوا چاہیں وہ حد سے گزرنے والے
 ہیں۔ اور خلاصی پانے میں وہ لوگ جو امانت اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں اور غاروں کی

مخاطف کرنے ہیں۔ یہی وارث ہیں جو بہشت کا وارث ہوں گے۔ اور میں ہنسنے لگے۔
اسے ایمان والوں کی قوم کی دشمنی تھی جسے انصافی نہ کرادلوں گے۔ انصاف کیا کر دینا
کے قریب ہے۔ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور سب کوئی خیال
اور نئے بات کر کے تو سلامتی کا جواب دیتے ہیں۔ اور جو لوگ جو بولے کاموں میں مشاغل
نہیں ہوتے اور لغو کاموں کے پاس گزریں تو ثقاہت سے گزرتے ہیں۔ خدا کا شکر۔
لوگوں کو نیکی سکھلا دے سے منع کر۔ اور جو تھک چکے ہیں یا کر کے اور سیر کیا کر۔ یہ بڑی
جہت کا کام ہے۔ لوگوں کے سامنے مغرور چہرہ نہ بنایا کرو اور نہ زمین پر چھتی سے چلا کر۔
بے شک اللہ سختی کرنے والے اور مغرور کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اپنی چال چلیں میر
ساتھ روی اختیار کر۔ اور اپنی آواز کو نرم کر سب آوازوں میں سے گدے کی آواز بہت
کدہ معلوم ہوا کرتی ہے۔ پہلا فی اور برائی برابر نہیں ہے۔ برائی کا پہلا فی سے بدلا
دیا کر۔ ایسا کرنے سے جو تمہارا دشمن ہے وہ بھی قریبی دوست کے سوا حق ہو جائے گا۔
اور یہ فضلت اور نکو ملتی ہے جو عمل کرتے ہیں اور انکو ملتی ہے جو بڑی قسمت والے
ہیں۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ چہرہ دنیا کی چند روزہ متاع ہے اور جو اللہ کے پاس
ہے وہ بہتر ہے اور باقی سب سے والا ہے اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور خدا پر
توکل کرتے ہیں۔ اور جو لوگ بڑے گناہوں سے اور جھیاہی سے بچتے ہیں اور جب اللہ
اتنے تو معاف کرتے ہیں اور جو خدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور تہجد
شورہ کے کام کرتے ہیں اور جو ہم نے دیا ہے اوس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ
کہ جب اور پیر ظلم ہو تو انتقام لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہے۔ پس تجھے
معاف کرے اور صلح کرے اور سکا بدلہ اللہ پر ہے اور جو شخص صبر کرے اور بچھے بیشک
یہ بڑا کام ہے۔ جب دو گروہ مومنوں کے لڑیں تو او میں صلح کرادو۔ اور اگر ایک اور میں سے
ظلم کرے دوسرے پر تو اوس سے لڑالی کرو جو ظلم کرتا ہے یہاں تک کہ وہ رجوع کرے خدا کے
حکم کیلئے۔ اگر وہ رجوع کرے تو او میں صلح کرادو انصاف کے ساتھ اور انصاف کر۔ بیشک
اللہ منصف و نیکو دوست رکھتا ہے۔ بیشک مومن جہانی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں صلح

کر دیا کہ وہ اور ڈر والہ سے تاکہ ہم جمع کئے جاؤ۔ اے ایمان والو جو ایمان لائے ہو کوئی
 مرد کسی مردوں سے شہر نہ کرے تاکہ وہ اسے بہتر جانے اور نہ عورتیں جو عورتوں سے
 تاکہ وہ ان سے بہتر جانے اور تاکہ دوسرے کو طعن نہ کیا کرے اور تاکہ دوسرے کو
 تم سے الغاب سے مت بلایا کرے ایمان کے بعد برائی کے نام کہنے پر ہی بات ہے۔
 اور جو لوگ ان باتوں سے توبہ نہ کریں گے وہ ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔
 بہت طعن نہ کیا کرو بعض غل گناہ ہوتا ہے۔ اور کوئی کسی کی نصیحت نہ کیا کرے۔ کیا کوئی
 چاہتا ہے کہ اسے مردہ پہاڑی کا گوشت کھائے۔ پس کراہت کرو اور اس سے اور ڈرو اللہ
 سے تحقیق اللہ صاف کرنے والا ہے مہربان۔ انسان کیوں نہ دشوار گزار گہائی میں
 داخل ہوا۔ تجھ کو معلوم ہوا دشوار گزار گہائی کیا ہے۔ غلام کا آزاد کرنا ہے یا قرچی مہم
 کو فائدہ کے دن کا حتیٰ میں کہا تاکہ بلانا ہے یا نصیحت نہ سکین کو کہا تاکہ بلانا ہے پھر ایمان
 والوں سے چر جائاد صبر کرنے اور ہم کرنے کی نصیحت کرنا یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔ صرف
 مشرق یا مغرب کی طرف تہہ پھیر لیے میں پہلائی نہیں ہے لیکن پہلائی یہ ہے کہ اللہ
 پر اور دنیا سے پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لانا اور خدا کی راہ چلنا
 فرمنا اور مسکینوں اور مسافروں اور یتیموں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے میں مال خرچ
 کرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اپنے عہدوں کو بیکار لو تو بوجہ کرو۔ اور سختی اور جنگ
 و محنت میں صبر کر۔ یہ لوگ سچے ہیں اور بہترین کام ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز
 طریق پر نہ کھایا کرو اور انکو حکم تک نہ پہنچایا کرو تاکہ اسطرح سے ناجائز طور پر لوگوں کا مال
 کھایا کرو حالانکہ ہم اسکی برائی کو جانتے ہو اور لوگوں کے ساتھ پہلائی کیا کرو بیشک اللہ
 دست رکھتا ہے پہلائی کرنے والوں کو۔ جن لوگوں نے ہم سے دین کے باعث لڑائی نہیں کی
 اور نہ تہا سے گہروں سے ہیں نکالا انکو کے ساتھ پہلائی اور انصاف کرنے سے اللہ لگو نہیں
 روکنا کیونکہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ماں جو لوگ تم سے دین کے باعث
 لڑے ہیں اور نہ تہا سے گہروں سے نکالا ہے اور تہا سے نکالتے پر مدد دی ہے انکو
 ساتھ دوستی کرنے سے اللہ نکور رکھتا ہے۔ ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور تم سے

کہ وہ جسکے لئے دست نہیں کرنا چاہتے کہ جملہ مالوں کو وہ اپنے ہاتھوں سے چھین لے
 نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی ہے کہ وہ کوئی چیز کو ہاتھ سے نہ لے سکتا ہے اور اس سے اس کی طبیعت
 کی طلب کر اور اپنی دنیا کا حصہ بھی دست بھول کر لوگوں کے ساتھ پہلاں کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ
 ساتھ پہلاں کی ہے اور دنیا میں منادیت کو اسکا چاہا ہو جسکے لئے وہ منادیت نہیں
 کہتا۔ اور جسے متباہا حق ہو تو نہیں ہے ایسے ہی عورتوں کا حق تھا ہے اور جسے عورتوں کو
 ساتھ نیک ہوتا دیکھا کہ وہ ملاؤ لوگوں کو اپنے عداوت کے لئے کھینچتا ہے اور نیک ہوتا دیکھا
 ساتھ وہ عداوت کے اور اس لئے منادیت کر نیک ہوتا دیکھا ساتھ نیک ہوتا دیکھا ساتھ نیک ہوتا دیکھا
 شخص کو جو اسکی راہ سے پہچا ہوا ہے اور وہاں اس کو جو بات ہے۔ اگر تم اپنے
 انتقام کسی کو بخلیف ہو تو اسکو دیکھو۔ وہ جسکی ملکوتی ہے اور اگر تم صبر کرو تو نیک صبر
 کو نبیوں کے لئے صبر کرنا بہتر ہے اور تو صبر کر اور تیرا صبر اتنی کی حد سے ہے اور دنیا پر غم نہ کر
 اور اسکی سکھانے سے نیک ہوتا دیکھا ساتھ نیک ہوتا دیکھا ساتھ نیک ہوتا دیکھا ساتھ نیک ہوتا دیکھا
 پس خوشخبری ہے کہ بندہ میں صبر کے کو جو دل سے سنتے ہیں قرآن کو اور پیروں کرتے ہیں اسکی
 زیادہ نیک بات کی ہو

یہ وہ لوگ ہیں جنکو مذمت کی بات کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو عقل کہتے ہیں۔ عادت کر
 عادت کرنے کی اور حکم کر نیکی کرنے کا اور کناہہ کیا کہ عالموں سے یہ لوگ دوسرے بدنامی
 جائیں گے اسلئے کہ وہ صبر کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ پہلاں سے ہے جسے میں اور جو کیا ہے نے

۴ قرآن شریف کی تعلیم جو غایت اور جد کی عام ہے۔ یعنی ہر ایک شخص کو ہر ایک حالت اور
 ہر ایک موقع کی واسطے اسلئے ہمیں بعض عورت کو محاط سے ایسے سباح کا سو کی اجازت دینی
 ہے جسکا ممکن حالت میں نہ کرنا افضل و اولیٰ ہے مثلاً مظلوم کو اپنی راہ کی بات ہے
 ظالم کی شکایت کرنی اور اس سے انتقام جانجو کی اجازت تو دینی ہے لیکن صبر کرنا بہتر
 بتلایا گیا جو اسطرح خود بیت احکام میں اسلئے قرآن میں بھی بہتر کام کر کے اسے ترمیم دینی جو
 تاکہ بات کے جاننے سے لوگ ادنیٰ درجہ کے کام کو ہی چھوڑ دینے اختیار نہ کر لیں۔

دیانت اور حسن سے خرچ کرتے ہیں اور جب جیہود و عیسا کے لئے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو باطنی عمل اور نیکو متباعدی سے ملے تو سلام ہے تم پر ہم بے گناہوں سے بنائے نہیں جاتے۔

اگرچہ مذہب کے اصول تو وہی چار ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں لیکن ان کی تفصیل کے درجات مختلف ہیں۔ مثلاً نیکی کرنے کی تہذیب اور گناہ سے ڈرنا سب مذہبوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر بعض مذہبوں میں تو نیکی بڑی جو افراد انسان کے تہذیب نفس کے متعلق ہے سکھائی گئی ہے بعض میں سیر منزل اور تہذیب ساحت کو ہی شامل کیا ہے اور بعض مذہب میں وہ کے ساتھ سیاست و امن کے اصول اور قوانین بین الاقوامہ کی بھی تعلیم لگائی ہے۔ ان تعلیمات کے درجات کے مختلف ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کہ ہر ایک قوم کو فائدہ دے اور اس کی ضرورت کے موافق تعلیم دی ہے اسلئے جیسی جیسی جس جس قوم کو ضرورت تھی اسی طرح کا اسکو مذہب عطا کیا گیا ہے اور ابتدائی زمانوں میں مختلف قوموں کے حالات بہت مختلف تھے اسوجہ سے ان کے مذہب فروعات میں بہت مختلف ہوتے تھے۔ مثلاً تورات ایک بہت بڑی قوم کو عطا کی گئی تھی جسکی سلطنت علیحدہ قائم ہوئی ہے۔ اور دوسری قوموں سے ان کے معاملات پیش آتے تھے اسلئے انکو تعلیم بھی اس زمانے کے موافق دوسری کتابوں سے بہت بڑھ کر اور کامل تھی اسلئے قرآن نے بھی اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے اور اسکو نور اور ہدایت بتلایا ہے۔ اگرچہ ایسی تکمیل تورات کی بہت صدیوں میں بہت تہذیب کے الہامات جمع ہو کر ہوئی تھی مگر وہ مذہب ایک کتاب میں جمع ہو گئی تھی اور ایک ہی قوم کی کتاب کہلاتی تھی۔ اسلئے اسکو یہ درجہ حاصل ہوا تھا۔ جب سچ علیہ السلام نے اپنی تعلیم شروع کی تو اس زمانے میں دنیا کی تمام سلطنتوں سے بہتر روم کی سلطنت موجود تھی اسلئے سچ گو نہ عیسائیوں کی علیحدہ سلطنت قائم کرنے کی ضرورت معلوم ہوئی نہ انکو اپنی زندگی میں اس کام کے کرنے کا موقع ملا اسلئے انکی کتاب میں سولے تہذیب اخلاق کے اور کسی قسم کی ہدایت کا ذکر بہت کم ہے صرف عورتوں کی نسبت یہ بتلایا گیا ہے کہ جبکو خدا نے جوڑا ہے اسکو آدمی نہ توڑے۔ یا فرمایا کہ مرد زنا کے سوا اور کسی وجہ سے اپنی عورت کو طلاق نہ دے۔

یا ایک حواری کا حکم ہے اسے جو تو اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔ اسے غلاموں اپنے
آقاؤ کی فرمانبرداری کرو۔ یا ایک اور حکم ہے سچ سے فرمایا جو خدا کا ہے وہ خدا کو جو نصیب ہے
وہ قبضہ کرو۔ اسطر حکلی چند ارشاد تہذیب منزل اور معاشرت اور سیاست کی نسبت تمام
انجیلیوں کی تلاش سے ملتے ہیں اسے یا وہ کچھ قوانین کا پتہ نہیں ملتا۔

لیکن پوری اور کمال ہدایت وہی ہے جس میں انسان کے تمام تعلقات
کے لحاظ سے اسکو ہدایت و چاروے اور وہ ہدایت بھی ایسی ہو کہ کسی زمانے یا قوم یا
مکان کے ساتھ مخصوص نہ رکھنی ہو سو یہ صفت سوائے قرآن کے اور کسی کتاب میں
نہیں پائی جاتی مگر افسوس ہے کہ قرآن کی اس کمالیت کو جو بعض ظالم برہمنوں نے اور مخالف
تفسیروں نے بھولی نہیں سمجھا تو غلط سمجھ کر کے قرآن پر کئی طرح کے اعتراض کرتے
لگے۔

مثلاً تہذیب اطلاق کے لحاظ سے معالی صبر اور تحمل اعلیٰ درجہ کے فضائل ہیں۔
جبکہ قرآن نے بھی جسے تاکہ سے تعلیم کیا ہے۔ مگر سیاست مدین کے قوانین کے لحاظ
سے یہ کو بدی کا بدلہ دینا اور شر برے انتظام لینا عدالت اور امن قائم رکھنے کیلئے
سب سے زیادہ ضروری ہے اسلئے قرآن نے عدالت کی تعلیم ہی کی ہے جسکو کوتاہ میں
لوگ علوی یا ظلم یا جذبات نفسانی کی پیروی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن
کے ہر ایک حکم کے موقع و محل اور ضرورت کو غور سے سمجھ نہیں لے پھر کوئی اعتراض قرآن
پر وارد نہ ہو۔

متاخرین کے علوم سیاست مدین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑا فرض
گورنمنٹ کا اپنی رعایا میں امن قائم رکھنا اور انکو اپنی سرپرست کی پیروی میں ترقی کرنیکی
آزادی دینا ہے اور بلکہ کچھ قدر اس میں مدد دینا ہے اور انکے جان و مال اور
عزت کی حفاظت کرنی اور انکے دلی حالات کی رعایت رکھنی ہے اسلئے عمدہ گورنٹ
کا یہ کام ہے کہ رعایا میں جو رسوم و رواج پہلے سے موجود ہوں جیسا شک وہ باتیں رفا
عام میں خلل انداز نہ ہوں انکی بھی رعایت رکھی جائے بلکہ جو رسم رفاہ عام اور امن کے

غلات ہو آئیں۔ عقد اصلاح کجیائے جس سے منار کا اندیشہ رفع ہو جائے۔ ان کے
 اصول کے موافق اسلام کی گورنمنٹ نے جو رواج عرب میں پہلے سے موجود ہے اور جو
 وضعہ موقوف نہیں کیا البتہ ضرورت کے موافق اسلام کی گورنمنٹ نے اصلاح کر دی
 مثلاً عقد اور ذریعہ بیع۔ طلاق اور لونڈی غلاموں کا حق ملکیت پہلے سے عرب میں جائز
 خیال کیا جاتا تھا۔ اسلام کی گورنمنٹ نے ان دونوں کو نطفہ موقوف نہیں کیا بلکہ ان کی
 اصلاح کی ہے غلام والا اور بیع کو محدود کیا۔ طلاق کی حد کو بھی محدود کیا۔ اور بن غلام
 لونڈیوں پر قبضہ حق ملکیت حاصل ہو چکا تھا اور کو خاتم رکھا۔ مگر غلاموں کی حالت میں بہت
 کچھ اصلاح کی گورنمنٹ اس سے زیادہ اور کچھ اصلاح نہیں کر سکتی تھی اور نہ اس کو
 زیادہ دخل و یا سنا سبب تھا۔ آج کے زمانہ میں غلامیت سلطنتیں اپنی رعایا کے واسطے
 میں اس سے زیادہ دخل نہیں لے سکتیں البتہ غلاموں کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے مگر یہ
 ہتھکڑیاں ہی سے بدل میں دیکھا جائے تو صورت انگلستان اور تمام یورپ اور امریکہ
 میں غلام کثرت سے موجود تھے اور ان کی آزادی ہی ضروری تھی بھی گئی تھی اور موت
 یہ قومیں ہی وضعہ غلاموں کی آزادی کا حکم نہیں دے سکتیں البتہ بہت طرہ کی ملکیت غلاموں
 سے اس طرح کو گہرائی گہرائی جب دیکھا کہ اب غلاموں کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی آئندہ کل
 ان کی مخالفت کر دی گئی۔ اسلام نے ان سے بڑھ کر غلاموں کی آزادی کے لئے پروا دین
 کئے مگر وہ پروا دین حکومت کے طور پر نہ تھے بلکہ ہندوب کے طور پر تھے البتہ بعض
 صورتوں میں جبر کے ذریعہ پہنچ جاتے تھے مثلاً جو شخص اپنے غلام کو مارے اور اس گناہ
 کا کفارہ اور غلام آزاد کرنا ہے اور جو قسم توڑے اور سکھا کفارہ ہی غلام آزاد کرنا ہے
 بعض خطا کی صورتوں میں ہی غلام آزاد کر دینے کا حکم ہے اور بہت گناہوں کا کفارہ
 ہی غلام کا آزاد کرنا ہے۔ پر لونڈی غلام کو اپنے جیسے کہ لالہ نے پلانے کا حکم دیا ہے
 جس سے مالک کو شیر نافرمانی برداشت بوجھ پڑا۔ پھر بغیر کسی گناہ کے غلام کا آزاد کرنا ہر
 اعلیٰ درجہ کے ثواب کا موجب بتلایا گیا۔ پھر یہ حکم دیا گیا کہ جو غلام مکاتب ہو کر آزاد کرنا
 چاہے تو مالک اس کو آزاد کر دیا کرے اور اس کی قیمت مسلمانوں کے بیت المال سے

اور اسکیا یا کرے، غرض جو غلام موجود تھے اور کئی آزاد سی کے لئے تو ایسے بند و بست کئے گئے
اور آئندہ کو غلام بنانے کے لئے ممانعت کر دی گئی۔ کیونکہ ماب ذرا یا کہ جنگ کے قید ہونے کو
یا قید لیکر چھوڑ دیا کرو اور یا احسان کر کے چھوڑ دیا کرو۔ تو اب غلام بنانے کی کوئی صورت
نہ رہی ایسی ہی ترکیبوں سے یورپ نے غلامی کا رواج موقوف کیا ہے مگر قرآن
بارہ سو سال پہلے سے یہ حکمت بتلا دی تھی اور جو غلاموں کا رواج مسلمانوں میں کبیر
کہیں موجود ہے وہ اسی قسم کا ہے جسکی اجازت اسلام نہیں دیتا بلکہ ہوا پرستی کی صورت
میں پایا جاتا ہے۔ مگر اسطر سے اور گناہ ہی مسلمان کرتے ہیں اور انکے ایسے افعال کا الزام
قرآن پر نہیں آسکتا۔

نقد اور رد و راج کا بھی یہی حال ہے کہ عدل کا کرنا ہر موقع پر فرض بتلایا گیا ہے
اور پھر فرمایا گیا ہے کہ اگر عدالت نہ ہونے کا عورتوں کے ساتھ اندیشہ ہو تو صرف
ایک عورت کیا کرو اور پھر فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ ہمہ گیر عدالت نہیں کر سکتے۔ اگر
آپ کرنا چاہو ہی۔ ان آیات کے مقابلہ کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک سے زیادہ
کھراج ایک زمانے میں ہونے نہیں چاہئیں۔ کھراج کرنے سے ایک سے زیادہ چار تک
بھی ہوں زنا کا الزام نہیں آسکتا۔ لیکن قرآن کے ہر ایک مسئلہ میں موقع دیکھ لینا
چاہئے کہ یہ مسئلہ تہذیب اخلاق کے متعلق ہے یا سیاست من سے متعلق کہتا
ہے قرآن کی خوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اخلاقی تعلیم کے ذریعے سے قرآن نے طلاق کے رواج کو بہت
محدود کر دیا جبکہ فرمایا کہ اپنی عقود کو پورا کیا کرو تو کھراج ہی ایک عقد ہے جسکا معاہدہ
مدۃ النہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ جب تک شرائط معاہدہ میں خلل نہ واقع ہوا کرے تب
تک طلاق دینا ہی قبیح سمجھا جاتا ہے۔

اس زمین پر جس زمانے میں انسانی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ملکوں میں
رہتی تھیں ایک قوم کو دوسری قوم سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا نہ بحری، نہ سی سفر کر کے وسائل
حاصل ہوتے تھے نہ لکھنا پڑھنا لوگوں کو ملتا تھا اور زمانے میں ہی مذہب کی ضرورت سب کو تھی کیونکہ

مذہب و قوانین ہے جو انسان کو ایسی عمدہ طریقتیں دے گی کہ ان کے اصول بتلا کر اسے جو اس کی
 ریوی اور دینی حاجت روائی کیلئے کافی ہو گا ظاہر ہے کہ ایسی حالت کا مذہب مختصر القام
 اور مختصر الزمان ہونا چاہئے کہ دوسرے عقیدہ عالیہ ہر ایک قوم کی حاجت روائی ہو
 اس وقت میں کسی ایک قوم کو ایسے مذہب کی تعلیم دینی جو تمام روئے زمین کے انسانوں
 کے لئے ضروری ہے بالکل بیکار ہو گیا کیونکہ جب ایک ملک سے اور ایک قوم سے
 تمام ملکوں اور تمام قوموں میں علم کے پھیلنے اور پھیلانے کے وسائل حاصل نہیں تھے
 تو اس وقت صرف ایک قوم کو سچے مذہب کی تعلیم ہونے اور دوسروں کو اس سے محروم
 رکھنا اوصاف اور قوانین قدرت کے خلاف تھا جیسا کہ تاریخ میں شہار و مہارت سے یہ بات
 ثابت ہوتی ہے کہ صلیح سے زبان ہر ایک قوم کی علیحدہ علیحدہ ہوتی تھی اور سیلج سے
 اس وقت مذہب ہر ایک قوم کا علیحدہ ہوتا تھا اور قرآن میں بھی بتلایا گیا ہے کہ ہر ایک
 قوم کے واسطے ماویٰ اپنا کیا تھا لیکن جب سچ کے زمانے میں رومیوں کی سلطنت دنیا
 کی شہادت قوم کی بڑی تھی اور ان میں سچائی تھی تو اس وقت سچ کی تعلیم ہی بہ نسبت پہلے
 نبیوں کے زیادہ عام شہم کی ہوئی اور اس زمانہ سے دنیا کی قوموں میں زیادہ تعلقات باہمی
 پیدا ہونے لگے۔ کلینے اور پڑھنے کا رواج زیادہ ہوتا گیا سفر کے سامان بھی زیادہ بکھل آئے
 اور رومی اور یاسی سلطنتوں نے قریباً تمام قوموں کو ملا دیا تھا تمام دنیا میں تجارت کے رستے
 کھل گئے تھے تعلقات کے پیدا ہونے سے اور نئی حالت کے ظاہر ہونے سے پڑانے
 مذہبوں میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا اور مذہب اصلی حالت پر رہنے کے قابل نہ رہے کہ
 پہلے مذہبوں میں عموماً استحکم کے طور پر تعلیم ہوتی تھی اب علوم کی ترقی سے لوگوں کے خیالات
 زیادہ آزاد ہو گئے اور ہر ایک امر کی دلیل اور وجہ تلاش کرنے لگی ہر ایک مذہب میں تفتیش
 کرنے والے علماء کی تاویلات اور توجہات نے مذہبوں کی اصلی صورتوں کو بدل دیا یہ حال
 دیکھ کر عوام کو مذہبوں پر اعتقاد نہ رہا تو اس وقت ایک ایسے مذہب کی حاجت ہوئی جو صرف حکم
 سے تعلیم نہ دیوے بلکہ ساتھ ہی ایسے دلائل بھی ہوں جو انسان کی تفتیش کرنے والے دلوں کو
 تسلی دیوں اور وہ مذہب کسی قوم کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اس کی تعلیم ایسی ہو کہ جس سے

ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم فائدہ اٹھائے۔ اور چونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ جب
 کسی مخلوق کو جبر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے رنج کر نیچے سامان قدرت سے پیدا
 ہو جاتے ہیں اسی قاعدہ کے موافق مسیح سے چودہ سو سال کے بعد جزیرہ ثعالب میں جو
 رومی اور فارسی سلطنتوں کی درمیان اور تمام دنیا کی سلطنتوں سے ہمیشہ آزاد رہا تھا
 ایک رسول پیدا ہوا اور اس نے وہ مذہب تعلیم کیا جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے کافی
 ہوا اور جو کچھ بتلایا وہ بالکل سچا اور سچا تھا۔ تمام مذہبوں میں جیسا کہ اس سے پہلے
 ہر ایک انسان کے واسطے واجب التعمیل تھے اور ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ اور
 باقی مسائل کو چھوڑ دیا اور پہلے مذہبوں کے متبعین میں جو بہت روحانی معاملوں کی نسبت
 بحث اور اختلاف واقع ہو گیا تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا اور کوئی دلیل دیکھ نہیں
 پاتا اختلاف تو یہ تھا کہ ہر ایک مذہب کے حکماء تو اس بات پر زور دیتے تھے کہ مذہب انسان
 کی عقل کے موافق ہونا چاہئے۔ نہ ایسی مخلوق کے لئے جو عقل کھیتی ہے اور مختار ہے
 اسے مذہب کی تعلیم دینی جو سمجھ میں نہ آوے کہ اسے مفید ہو سکتی ہے اور اس بنا پر جنکو
 اسے مذہب کا پاس ہوتا تھا وہ تاویل کر کے اپنے مذہب ہی میں سب کچھ کو عقل کے موافق بنانے
 میں کوشش کرتے تھے۔ اور بعض لوگ مذہب کو ایک جبری قہری فرمان کی طرح مانتے تھے
 مگر قرآن نے اس سے اختلاف کا مفید اسطرح سے کیا کہ مذہب نہ صرف عقل کے موافق
 اور نہ صرف جبری قہری فرمان ہے جسکی ضرورت کسی کی سمجھ میں نہ آوے بلکہ وہ ایک فطری
 امر ہے جسکو ہر ایک شخص طوعاً و کرہاً مانتا ہے اور اس مسئلہ کو اسطرح سے تعلیم کیا۔
 ”پیروی کر مذہب ابراہیمؑ جو خدا کی وہ مذہب کیا ہے وہ فطرت ہے اللہ کی
 جبر اور اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی پیدائش میں کبھی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔
 دین یہ ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اسطرح سے قرآن نے بتلادیا کہ مذہب
 کوئی جبری قہری قانون نہیں ہے بلکہ ایک فطری امر ہے جو اکثر تعلقات دنیاوی
 اور جذبات نفسانی اور وہمیات اور خراب تقسیم کے باعث اپنی اصلی حالت سے
 متغیر ہو جاتا ہے اسی امر کی تہذیب اور اصلاح اصلی مذہب ہے جسکا کین اعظم

توحید باری ہے اور باقی اسو راہ کی توابع کہ طبع میں داسی مہنوں کو ایک وراثت
 میں سطح سے سمجھاتا ہے۔ قسم ہے نفس کی اور اس کی دستی کی پس خدا نے الہام
 کیا اس کو کہ یہ کام تیرے لئے بڑے ہیں اور یہ کام تیرے واسطے اچھے ہیں بیشک
 غلامی پانی اس شخص نے جس نے اس کو مہذب کیا اور خسارہ میں ربا وہ شخص جس نے
 اس کو دبا دیا۔ یعنی اس کے الہام و نیر عمل نکلیا۔ یعنی ہر ایک نفس انسانی میں فطرت
 یعنی نیکی بدی کا علم دیا گیا ہے ہر جو شخص اس فطرت کے موافق عمل کرے وہ غلامی پاک
 اور جو شخص اس سے بے پروا ہو کر نیک و بد میں بہے گا۔

علاوہ ان صداقتوں کے اور بہت امور مختلف فیہ کی نسبت قرآن نے بڑے
 معقول فیصلے دیے ہیں مثلاً معجزہ کیا ہے تقدیر کیا ہے الہام کیا ہے وغیرہ وغیرہ
 مگر ان میں کا ہر ایک مسئلہ ایسا ہے کہ اس کی پوری بحث کے لئے ایک ایک مستقل
 رسالہ لکھنا مناسب ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط فرصت و توفیق کہیں آئندہ لکھی
 جائیں گے۔

MAAB 1431

سیرتِ نائن سینے لہر سے ہے سرگون بہشتی سرمد
آگاہی اکبر و وزیر یہ لہی شانِ زمینِ اریٰ بدین



MAAB 1431

معرفہ
مرکز حیاتِ شاہ

maablib.com